مکڑے کا جال
PDFBOOKSFREE.PDF
اے۔ حمید

موت کا تعاقب ۹

تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

مکڑے کا جال

اے حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

طابع: شیخ نیاز احمد

مطبع: [illegible] ملی پریس، ۱۰ شرلیہ پارک، فیروزپور روڈ، لاہور

سے چھپوا کر چوک انارکلی، لاہور سے شائع کیا۔

قیمت Rs20/

مقام اشاعت:

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز

ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

فہرست

ننھے پیارے بچو!

رقاصہ اور کنالا خزانے کی تلاش میں سرنگ کے منہ پر پہنچے ہیں۔ کنالا سرنگ میں منہ ڈال کر دیکھتا ہے اور چونک کر پیچھے ہٹتا ہے کیونکہ سرنگ کے اندر ایک پھن دار سانپ ہے اور اندر خزانہ بھی ہے۔ رقاصہ اور کنالا کو خزانہ ملا یا نہیں ؟ اس کا جواب آپ کو اس ناول میں ملے گا

دوسری طرف ہمارا ہیرو عنبر راجہ کا خاص دوست بن چکا ہے۔ عنبر نے مندر کی بڑی مورتی کو اپنی پراسرار طاقت سے اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دیا تھا جس کی وجہ سے راجہ اس کا غلام بن گیا۔ بڑا پجاری عنبر کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ یہاں عنبر ایک ایسی لڑکی کو قربان ہونے سے بچاتا ہے جس کے سینے کو چیر کر اس کا دل مورتی کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا اس کے بعد عنبر یہاں سے بھی آگے سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ اب اس کی منزل چین ہے۔

اے حمید

خزانے پر لاش

کنالا کو سرنگ کے اندر سانپ کے پھنکارنے کی آواز آ گئی تھی۔

اس لئے وہ اندر جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ سانپ کے پھنکارنے کی آواز رقاصہ نے بھی سُن لی تھی۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ مگر خزانے کا لالچ ایسا تھا کہ وہ باہر بھی کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ دوسرے اسے یہ بھی ڈر تھا کہ وہاں کوئی آ کر انہیں گرفتار نہ کر لے۔ اس لئے کہ راجہ کے سپاہی اس علاقے میں ہر وقت گشت کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ شہر کی فصیل کے آس پاس کا علاقہ تھا اور راجہ کو وحشی دشمن قوم کی طرف سے تبت پر حملے کا بہت خطرہ تھا۔ رقاصہ نے کنالا کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"دیوتاؤں کے لئے کسی طرح سانپ کو ہلاک کر دو۔ ہمیں خزانے کی تلاش میں اس سرنگ کے اندر ہر حال میں جانا پڑے گا۔"

"مگر سانپ مجھے کہیں دکھائی نہیں دے رہا۔" کنالا

نے کہا۔

اس نے ایک خشک جھاڑی لے کر پتھر رگڑ کر جلائی
اور اس کی روشنی میں سرنگ کے اندر اتر گیا۔ رقاصہ بھی
اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ سانپ اگر کہیں تھا تو وہ آگ
کو دیکھ کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ کنالا اور رقاصہ پھونک
پھونک کر قدم رکھتے۔ سرنگ کے اندر چلے جا رہے تھے۔
یہ سرنگ بڑی پرانی معلوم ہو رہی تھی۔ چھت نیچی تھی۔
دیواروں سے پانی رس رہا تھا اور زمین پر کہیں کہیں
ٹپکتے پانی نے کیچڑ پیدا کر دیا تھا۔ سرنگ ایک طرف گھوم گئی
اب ان کے سامنے پتھر کی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں تھیں جو
ایک چوڑے گڑھے میں اتر گئی تھیں۔ کنالا جلتی ہوئی شاخ
ہاتھ میں لئے نیچے گڑھے میں اتر گیا۔ گڑھے میں ایک طرف
بڑا سا شگاف دیوار میں پڑا تھا۔ جس کے اندر پتھروں کا
ڈھیر لگا تھا۔ رقاصہ نے کہا کہ اس کا خیال ہے خزانہ
یقیناً ان پتھروں کے نیچے ہوگا۔ انشنہ بھی یہی کہہ رہا تھا
کنالا نے جلتی ہوئی ٹہنی کو دیوار سے لگایا اور بڑے جوش و
خروش کے ساتھ پتھروں کو ادھر ادھر ہٹانا شروع کر دیا۔
جب سارے پتھر ہٹ گئے تو رقاصہ کی چیخ نکل گئی۔
نیچے ایک لکڑی کے صندوق کے اوپر کسی انسان کا ہڈیوں

کا پنجر پڑا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص خزانے کو چرانے وہاں تک آیا اور پھر کسی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اور لاش گل سڑ کر ہڈیاں وہیں رہ گئیں۔ کنالا نے ہڈیوں کے پنجر کو پرے پھینک کر صندوق کے تالے کو پتھر مار کر توڑ دیا۔ تالا ٹوٹنے کے بعد اس نے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا تو اس کی دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ صندوق سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ جواہرات کی چمک نے سرنگ کے اندھیرے میں روشنی کر دی۔ کنالا نے خوشی سے پاگل ہو کر کہا۔

"آخر خزانہ مل گیا۔ خزانہ مل گیا میں بادشاہ ہوں۔ میں تبت کا بادشاہ ہوں!"

وہ پاگلوں کی طرح خوشی میں آ کر ناچنے لگا۔ ناچتے ناچتے وہ ٹھوکر کھا کر خزانے کے اوپر منہ کے بل گرا اور جب وہ اٹھا تو اسے وہی پھنکار سنائی دی۔ اس نے دیکھا کہ ایک دس فٹ لمبا سانپ پھن پھیلائے زمین سے چار پانچ فٹ اوپر اٹھائے اسے اپنی لال لال غصہ بھری آنکھوں سے گھور رہا تھا اور منہ سے دو شاخہ زبان نکال رہا تھا۔ کنالا کا تو جیسے خون ہی خشک ہو گیا۔ اس کے سارے بدن پر پسینہ آ گیا۔ رتی بھی دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

کی دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ وہ کانپ رہی تھی اور ماتھا پسینے میں تر بتر ہو گیا تھا۔ اتنے میں کنالا نے اسے آواز دی
"مجھے بچاؤ۔۔۔!"
کنالا کی آواز میں التجا تھی۔ اسے اپنی موت ایک فٹ کے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔ سانپ کی سرخ آنکھوں اور بار بار پھنکارنے مارتی زبان نے اسے پتھر کر دیا تھا۔ وہ جہاں پڑا تھا وہیں رہ گیا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکا تھا اس کا خیال تھا کہ اگر رقاصہ سانپ پر پتھر پھینکے تو ہو سکتا ہے کہ سانپ مر جائے اور اس کی زندگی بچ جائے۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر اسے آواز دی
"سانپ کو پتھر سے کچل دو"
اس کی آواز میں سخت گھبراہٹ تھی وہ لرز رہی تھی رقاصہ نے اس کی آواز سن لی تھی۔ مگر اس کی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔ ایک بار اس نے سانپ کو کچل دینے کے خیال سے زمین پر سے پتھر اٹھانے کے لئے ہاتھ ذرا سا ہلایا تو سانپ نے زبردست پھنکار کے ساتھ رقاصہ کی طرف دیکھ کر اپنا پھن لہرایا۔ رقاصہ وہیں کی وہیں بت بن کر رہ گئی۔ کنالا نے سوچا۔ اس طرح تو وہ ضرور

سانپ کے ہاتھوں ڈسوا کر مرجائے گا۔ کیوں نہ تھوڑی سی
کوشش کر کے آزاد ہونے کی فکر کی جائے۔ اس خیال کے
ساتھ ہی اس نے خزانے کے اوپر پڑے پڑے پیچھے
کی طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ اس کے پیچھے کھسکنے سے سونے
کے کچھ سکّے اور جواہرات فرش پر گر پڑے۔ سانپ چوکنّا
ہو گیا۔ اس نے اپنی زبان بار بار لہرانا شروع کر دی۔ کنالا
ایک پل کے لئے دبک کر سمٹ گیا۔ سانپ بھی اپنا پھن
اٹھائے وہیں کا وہیں رک گیا اور اپنی لال لال آنکھوں سے
کنالا کی ہر حرکت کا جائزہ لینے لگا۔

کنالا نے آہستہ سے گردن گھما کر پیچھے دیکھنے کی کوشش
کی کہ رقاصہ کیا کر رہی ہے۔ آخر وہ اس کی مدد کیوں نہیں
کرتی؟ ابھی اس نے ذرا سی گردن ہلائی ہی تھی کہ سانپ
کو یوں لگا جیسے اس پر حملہ ہونے لگا ہے۔ اس نے پھن
آگے بڑھایا اور آن کی آن میں کنالا کی گردن پر ڈس دیا۔
کنالا کی چیخ نکل گئی۔ اس نے پتھر اٹھا کر مارنے کی کوشش
کی مگر سانپ غائب ہو چکا تھا۔

"مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔"
وہ بے بسی کے عالم میں چلایا۔ رقاصہ نے آگے بڑھ
کر کنالا کو سنبھالا اور اس کی گردن پر سانپ کے ڈسنے

کا زخم دیکھنے لگی۔ جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں گوشت سرخ ہوکر سیاہ پڑنا شروع ہوگیا تھا۔ رقاصہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کنالا کی زندگی کیسے بچائی جائے کہ اس کا رنگ نیلا پڑگیا۔ ناک سے خون جاری ہوگیا۔ ہونٹوں سے جھاگ بہنے لگا۔ آنکھیں سفید ہونے لگیں۔ ہاتھ پاؤں اکڑ کر اندر کی طرف مڑ گئے۔ رقاصہ نے کہا۔

"دیوتا کے لئے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کردوں؟"

کنالا نے ہونٹ کھول کر کچھ کہنا چاہا۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ سانپ کے مہلک زہر نے اس کی زبان کو پتھر کر دیا ہے۔ کوشش کے باوجود وہ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکا۔ صرف رقاصہ کو غوں غاں ہی سنائی دی۔ اب کنالا کے ناک کان اور منہ سے خون جاری ہوگیا تھا اور اس کی آنکھیں پتھرا رہی تھیں۔ رقاصہ نے اسے آواز دی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ایک ہچکی لی اور مرگیا۔ رقاصہ اسے وہیں رکھ کر پرے ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ اچانک ایک گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ زمین ہلنے لگی۔ سرنگ کی غار سے پتھر گرنا شروع ہو گئے۔ ایک دھماکے کے ساتھ اوپر سے پتھروں کا ایک تودہ گرا اور سارا

خزانہ اس میں دفن ہو کر رہ گیا۔ ساتھ ہی کنالا کی لاش بھی پتھروں میں گم ہو گئی۔ رقاصہ چیخ مار کر گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ پتھر گڑھے پر بھی گر رہے تھے۔ رقاصہ سرنگ میں سے باہر کی طرف بھاگنے لگی۔ اس کے پیچھے برابر بڑے بڑے پتھر گر رہے تھے۔

وہ سرنگ میں سے باہر نکل کر ریت پر گر پڑی۔ اس کے پیچھے ایک بڑے پتھر نے گر کر سرنگ کے دروازے کو بند کر دیا۔ زمین پر گرے گرے رقاصہ نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو سرنگ کا منہ بند ہو گیا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کبھی کوئی دروازہ نہیں تھا۔ زلزلہ اب رک گیا تھا۔ زمین کے جھٹکے بند ہو گئے تھے۔ رقاصہ کتنی دیر زمین کے ساتھ لگی کانپتی رہی۔ اس میں اتنی ہمت نہ رہی تھی کہ وہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ سکے۔ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بھائی کنالا کو سانپ کے ڈسنے سے مرتے اور پھر خزانے پر پتھروں کی بارش ہوتے دیکھی تھی۔ اس کا سارا جسم خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ آخر اس کی کھوئی ہوئی ہمت واپس آئی۔ وہ زمین پر سے اٹھی۔ اس نے اپنے کپڑے جھاڑ کر سرنگ کی طرف دیکھا۔ اس کا دل یہ سوچ کر

خون کے آنسو بہانے لگا کہ اس خونی غار کے اندر کنالا کی لاش پتھروں میں دبی پڑی ہے۔ اب اسے اس جگہ سے دہشت ہونے لگی تھی۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ صرف تاروں کی ہلکی ہلکی روشنی تھی۔

رقاصہ واپس اپنے گاؤں کی طرف چل پڑی۔ اس کا دل خزانے کے قریب جا کر ناکام ہونے اور کنالا کی موت سے بوجھل ہو رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قدرت نے کنالا سے نیک دل بوڑھے تبتی کے خون کا بدلہ لیا ہے۔ کنالا نے بوڑھے کو بے گناہ مار ڈالا تھا۔ اسے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔ دیوتاؤں نے کنالا سے بوڑھے کے قتل کا بدلہ لیا تھا۔ اس کی لاش غار کے اندر پتھروں میں دفن ہو گئی تھی۔ رقاصہ رات بھر چلتی رہی۔ وہ تبت شہر کے قریب سے گزر کر واپس اپنے گاؤں کی طرف جا رہی تھی۔ جہاں اس کی ماں کی خالہ رہتی تھی۔ اس کا ذہن پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے کتنی مشکلوں کے ساتھ خزانے کا نقشہ حاصل کیا تھا۔ پھر کنالا کو ساتھ لے کر گرتی پڑتی خزانے کے غار تک پہنچی تھی اور آخر اس ساری جدوجہد کا انجام یہ ہوا کہ کنالا کو سانپ نے ہلاک کر دیا۔ خزانہ پتھروں میں چھپ گیا اور وہ خالی ہاتھ

واپس گھر جا رہی تھی۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہوئی تھی کہ خزانے کا نقشہ بھی اندر خزانے کے پاس ہی رہ گیا تھا۔ اس وقت زلزلے اور پتھروں کے گرنے کی افرا تفری میں رقاصہ خزانے کا نقشہ کنالا کی جیب سے نہ نکال سکی تھی۔ باہر آکر اسے خیال آیا تو وہ بے حد پچھتائی۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔ سرنگ کا دروازہ پتھروں سے بند ہو گیا تھا۔ پھر بھی رقاصہ نے اس سرنگ اور چٹان کی ساری نشانیاں ذہن میں یاد کر لی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ دوبارا کسی وقت وہاں آئے تو خزانے کو جانے والی سرنگ کے دروازے کو پہچان سکتی ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ اکیلی کبھی واپس آنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ اور کسی کو ساتھ لے کر آئے تو وہ سارا خزانہ خود ہی لوٹ کر لے جا سکتا تھا۔

خالہ کے گاؤں پہنچ کر رقاصہ اپنے گھر کے تخت پوش پہ بے دم ہو کر گر پڑی۔ چل چل کر اس کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے اپنی خالہ کو سارا قصہ سنایا۔ کنالا کی عبرت ناک موت کا سن کر بوڑھی عورت کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے کہا۔

"بیٹی کن لالا دادا اودھرے کو قتل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ اسے ایک بے گناہ درویش بوڑھے کو قتل کرنے کی سزا ملی ہے۔"

"نالہ جب سانپ نے اسے ڈسا تو اس کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور ناک، کان اور نتھنوں سے خون جاری ہو گیا۔ دیوتا اس کی روح کو معاف کر دیں۔ اس کی لاش تو دیکھتے دیکھتے گلنے سڑنے لگی تھی۔"

"بیٹی تبت کے صحراؤں اور میدانوں کے سانپ بے حد زہریلے ہوتے ہیں اور یہاں کا ناگ تو انسان کو ایک پل میں ختم کر دیتا ہے۔"

"لیکن نالہ! اس خزانے کا کیا بنے گا؟"

"میری بچی! اس خزانے کی حفاظت سیاہ ناگن کر رہی ہے۔ وہ دیوی پوسا ہے تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو کوئی بھی خزانے کی تلاش میں جائے گا اس کا یہی حشر ہو گا۔"

"تو کیا اتنے قیمتی خزانے کو بھلا دیا جائے؟"

"ہاں میری بچی! عقل مندی اور دور اندیشی کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اس خزانے کو بھول جائیں۔"

"بہت اچھا نالہ! میں بھولنے کی کوشش کروں گی۔"

کہنے کو تو رقاصہ نے ایسا کہہ دیا تھا۔ مگر خزانہ ایک زندہ

مجسوت بن کر اس کے دل و دماغ پر سوار ہو گیا تھا۔ اسے اٹھتے بیٹھتے خزانے کے خواب آنے۔ اس کے سامنے جواہرات اور سونے چاندی سے بھرا ہوا صندوق کھل جاتا اور موتی لعل، ہیرے، زمرد اور عقیق زمین پر گرنے لگتے وہ خواب میں دیکھتی کہ اس نے خزانہ غار سے باہر نکال لیا ہے۔ سانپ کو ہلاک کر دیا ہے اور خچر پر صندوق لا دے اپنے گھر کی طرف چلی جا رہی ہے۔ پھر وہ دیکھتی کہ وہ اپنے عالی شان سنگ مرمر کے محل میں جالی دار جھروکے کے پاس تخت طاؤس پر بیٹھی ہے اور کنیزیں اس کے پاؤں گلاب کے عرق سے دھو رہی ہیں۔

مگر جب اس کی آنکھ کھلتی تو وہ اپنی خالہ کے کچے مکان میں ایک لکڑی کے تختے پر پڑی ہوتی۔ اسے اپنی حالت پر بڑا ترس آتا۔ وہ یہ سوچ کر پاگل ہو جاتی کہ وہاں سے آدھے دن کی مسافت پہ ایک غار کے اندر اتنی دولت پڑی ہوئی ہے کہ وہ ساری زندگی ایک محل میں مہارانی بن کر بسر کر سکتی ہے کہ لیکن وہ اکیلی اس دولت کو حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ کوئی بہادر مرد اس کے ساتھ ہو۔ حقیقت یہ تھی کہ بوڑھے جوتشی کی روح کنالا سے اپنے قتل کا انتقام لینے

کے بعد رقاصہ سے بھی بدلہ لینے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رقاصہ کو ایک روز خیال آیا کہ وہ ایک مرد کے سہارے کے بغیر بھی چاہے تو خزانہ حاصل کر سکتی ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ غار کے دروازے کا پتھر کیسے ہٹائے گی اور اندر کھدائی کیسے کرے گی! وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ جب تک اس کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہو گا وہ خزانے تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اب وہ ایک ایسے ساتھی کی تلاش میں رہنے لگی جو مرد ہو اور اس کا قریبی رشتے دار ہو۔ جو اس کے ساتھ خزانہ حاصل کرنے جا سکے اور جو یہ راز کسی پر فاش بھی نہ کرے۔

قدرت جب کسی سے بدلہ لیتی ہے تو پھر اس کا کوئی نہ کوئی سبب بھی پیدا کر دیتی ہے۔ یہ رقاصہ بوڑھے تبتی بزرگ کے قتل میں برابر کی شریک تھی۔ اس لئے یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ اُسے اُس کے گناہ کی سزا نہ ملے۔ چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ بوڑھی خالہ کا ایک لڑکا جو اس کے بیٹے کی وفات کے بعد ملک چین کے ایک سوداگر کا نوکر بن کر ... رہا تھا۔ وہ بغاوت ہو جانے کے بعد در بدر کی ٹھوکریں کھاتا اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نوجوان کا نام سیانگ تھا۔ وہ ایک کمینہ اور ٹھگنے قد کا

آدمی تھا جس کی آواز گدھے سے ملتی جلتی تھی وہ دولت کے لئے کسی کو ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی بوڑھی دادی اور رقاصہ کو بڑی بہادری کے جھوٹے سچے قصے سنائے۔ جس میں یہ بھی تھا کہ اس نے چین میں کئی ڈاکوؤں کو ہلاک کیا اور پھر ایک بادشاہ کے محل میں داخل ہو کر اس کے سارے درباریوں کو سوتے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ رقاصہ سیانگ راس سے بڑی متاثر ہوئی۔ اس نے سوچا کہ یہ شخص اس کے ساتھ خزانے تک جانے کے لئے بڑا موزوں رہے گا۔ اس نے ایک روز سیانگ سے خزانے کا ذکر کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"کیا سچ مچ کہیں خزانہ ہے"؟

رقاصہ نے اسے شروع سے لے کر آخر تک خزانے کی ساری کہانی سنا دی۔ اسے یہ بھی بتا دیا کہ اس سے پہلے خزانہ اس کے بھائی کنالا کو ہلاک کر چکا ہے جس کی لاش خزانے پر ہی دبی ہوئی ہے۔ سیانگ نے سینے پہ ہاتھ مار کر کہا۔

میں ایک بہادر انسان ہوں۔ سانپ کیسا ہی زہریلا کیوں نہ ہو۔ اس کی جرأت نہیں کہ مجھے ڈس سکے۔ تم میرے ساتھ چلو ہم ایک ہی رات کے اندر وہاں سے خزانہ

کھود کر لے آئیں گے"۔

سیانگ نے فوراً دو خچروں کا انتظام کر لیا اور بوڑھی خالہ سے اجازت لے کر ایک روز وہ چپکے سے خزانہ لینے گھر سے روانہ ہو گئے۔

دن بھر چلنے کے بعد وہ رات کو اس مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ غار تھا۔ غار کا منہ پتھروں سے اسی طرح بند تھا۔ سیانگ اور رقاصہ خچروں سے نیچے اتر آئے انہوں نے دونوں خچروں کو ایک جگہ پتھر کے ساتھ باندھ دیا۔ سیانگ نے کدال نکال کر غار کا منہ کھودنا شروع کر دیا۔ وہ ایک طاقتور انسان تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے غار کے پتھر ادھر ادھر ہٹا دیئے۔ غار میں سرنگ کا راستہ نظر آنے لگا۔

سیانگ نے حیرانی سے کہا۔

"یہ تو سرنگ جا رہی ہے"۔

" ہاں یہی سرنگ خزانے تک جاتی ہے"۔

سیانگ ایک مشعل ساتھ لایا تھا۔ اُس نے پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کی۔ مشعل کو جلایا اور دونوں سرنگ کے اندر داخل ہو گئے۔ رقاصہ اس کی رہنمائی کر رہی تھی کیونکہ اسے راستے کا علم تھا۔ چلتے چلتے آخر وہ سرنگ کا موڑ گھوم

کر اس مقام پر آ گئے جہاں نیچے گڑھا پتھروں سے بھرا ہوا تھا۔ رقاصہ نے اشارہ کر کے کہا۔

"یہی وہ گڑھا ہے جس کے اندر خزانہ دفن ہے"۔

سیانگ نے کدال لے کر گڑھے میں سے پتھروں کو ہٹانا شروع کر دیا۔ یہ کام بڑا ہمت طلب تھا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور کدال چلاتا رہا۔ وہ پسینے میں شرابور ہو گیا۔ آخر وہ گڑھے کو پتھروں سے خالی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہی ٹوٹی پھوٹی سیڑھی نمودار ہوئی۔ دونوں اس سیڑھی پر سے ہوتے ہوئے نیچے گڑھے میں اتر گئے۔ سامنے بائیں جانب پہلو میں وہ مقام تھا جہاں پتھروں کے نیچے کنالا کی لاش اور جواہرات، سونے چاندی کے سکوں اور ہیرے موتیوں سے بھرا ہوا صندوق پڑا تھا۔ رقاصہ نے کہا۔

"سیانگ! اب ہم خزانے کے سرہانے پہنچ گئے ہیں۔ یہ وہ پتھروں کا ڈھیر ہے جس کے نیچے نہ صرف میرے بھائی کنالا کی لاش ہے بلکہ ہیرے جواہرات اور سونے سے بھرا ہوا صندوق بھی ہے"۔

"ہم اسے ابھی نکال کر لے جائیں گے"۔

سیانگ نے فاتحانہ قہقہہ لگا کر کہا۔ اس کے قہقہے کی آواز سارے غار میں گونج گئی۔ سیانگ نے دھڑا دھڑ

کدال چلانی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد پتھروں کے نیچے سے وہ صندوق نکل آیا جس میں سے ہیرے جواہرات باہر بکھرے پڑے تھے اور جس پر کنالا کی لاش پڑی تھی۔ رقاصہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ایک ہی ہفتے میں کنالا کی لاش گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی تھی اور اس کی کھوپڑی کے اوپر وہی سیاہ ناگ بیٹھا پھنکار رہا تھا۔ سیانگ نے آگے بڑھنا چاہا تو ناگ نے اپنا پھن پھیلا کر اوپر اٹھا لیا۔

"سیانگ اس ناگ سے بچنا۔ اسی نے کنالا کو ہلاک کیا تھا۔"

"فکر نہ کرو میں نے ایسے کئی سانپ ہلاک کر ڈالے ہیں۔"

اتنا کہہ کر سیانگ نے کدال لہرا کر سانپ پر حملہ کر دیا۔ سانپ، اچھل کر سرنگ کی چھت کے ساتھ جا لگا۔ رقاصہ تو حیران رہ گئی کہ سانپ اتنی اوپر اڑ کر کیسے چلا گیا؟ سیانگ نے کدال ایک طرف رکھ کر پتھر سانپ کی طرف مارنے شروع کر دیئے۔ سانپ کو ایک بھی پتھر نہ لگا وہ اڑ کر دوسری جگہ پہنچ جاتا۔ سیانگ تھک گیا۔ سانپ پھر نیچے آ گیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر پھن کو لہرانے لگا سیانگ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سے کسی نے جان نکال لی ہے۔ وہ ناگ کی سرخ آنکھوں اور

پھنکارتی ہوئی زبان کے سامنے بے بس ہو گیا۔ سانپ نے آہستہ آہستہ اس کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ رقاصہ بھی بت بنی دیوار کے ساتھ لگی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ سانپ جھوم جھوم کر اپنے پھن کو لہرا لہرا کر سرخ زبان باہر نکال رہا تھا اور پھنکارتا ہوا اس کی طرف رینگ رہا تھا اد سیانگ بالکل پتھر بنا اپنی جگہ پہ کھڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے اس کے اندر سے ہلنے کی طاقت ختم کر دی ہے۔

رقاصہ کے دل میں خیال آیا کہ وہ چیخ کر سیانگ کو خطرے سے آگاہ کر دے۔ مگر آواز اس کے حلق کے اندر دب کر رہ گئی۔ سانپ اب سیانگ کے بالکل سامنے آ گیا تھا۔ ایک دم وہ زور سے پھنکارا اور اس نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ آگے کو جھک کر سیانگ کے ماتھے پر ڈس دیا۔ ایک فلک شگاف چیخ مار کر سیانگ گر پڑا۔ رقاصہ کے منہ سے بھی بھیانک چیخ نکل گئی وہ گڑھے کی سیڑھیوں پر واپس بھاگنے لگی تو سانپ نے اس کا پیچھا کیا اور جب وہ اوپر والی آخری سیڑھی پر تھی تو اس کے اوپر بھی ڈس کر اپنا زہر رقاصہ کے جسم کے اندر داخل کر دیا۔ رقاصہ چیخ مار کر پیچھے گڑھے میں سیانگ کے اوپر گر پڑی۔ سانپ باہر نکل گیا اور پھر ایک زلزلے کے بھیانک جھٹکے

سکے ساتھ سارے کا سارا پہاڑ اپنے سارے پتھروں سمیت ان دونوں کے اوپر گر پڑا۔

اور وہ دونوں خزانے کے ساتھ غار میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئے

عورت کی قربانی

بڑے پجاری رتناکر نے تھائیں کو دیو داسی مان لیا تھا۔ مگر دل سے اسے شک تھا کہ یہ عورت اصل نہیں بلکہ نقلی دیو داسی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی بار جب وہ مورتی کے اندر داخل ہوئی تھی تو مورتی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر سچ مچ اصلی دیو داسی تھی تو پہلی بار مورتی اپنی جگہ سے کیوں نہ ہلی تھی؟ رتناکر کے دل میں اس بات کا بھی صدمہ تھا کہ اس نے اُس کو شکست دی ہے اور راجہ کے سامنے ذلیل کیا ہے۔ اس نے راجہ پر ثابت کر دیا تھا کہ وہ عورت جھوٹی ہے اور وہ اسے پھانسی کے تختے پر لے گیا تھا۔ لیکن عین وقت پر تھائیں نے کچھ ایسا جادو کیا کہ سارا کھیل الٹ گیا اور رتناکر کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ کہاں تو یہ تھا کہ وہ دیو داسی کو پھانسی دلوا رہا تھا۔ جلاد نے اس کے اشارے پر اور راجہ کے حکم پر اس کے گلے میں رسہ ڈال دیا تھا اور کہاں یہ ہوا کہ راجہ اور رتناکر دونوں کو اس دیو داسی کے آگے سجدہ کرنا پڑا اور اُس سے اپنے کئے

کی معافی مانگنی پڑی۔

راجہ نے رتناکر کو بلا کر اس کی زبردست بے عزتی کی اور کہا کہ اس کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ اصلی دیو داسی کو پھانسی کے پھندے تک لے گیا؟ رتناکر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔

"مہاراج مجھے کیا علم تھا کہ یہی اصلی دیو داسی ہے۔ مجھے معاف کر دیا جائے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔"

راجہ نے کہا۔

"دیوتاؤں کا شکر ہے کہ دیو داسی مجھ سے زیادہ ناراض نہیں ہوئی۔ وگرنہ وہ میری سلطنت کو تباہ کر سکتی تھی۔ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم ہر روز صبح اٹھ کر دس بار دیو داسی کے سامنے جا کر اسے سجدہ کیا کرو گے۔"

مرتا کیا نہ کرتا۔ بڑے پجاری کو راجہ کا حکم ماننا پڑا۔ اب وہ روزانہ صبح کو اٹھ کر دیو داسی کے استھان پر جاتا۔ وہ مسہری پر بڑی شان سے لیٹی ہوتی۔ کنیزیں اس کے بالوں میں سفید پھول اور موتی پرو رہی ہوتیں اور وہ اس کے سامنے دس بار سجدہ کر کے اسے سلام کر کے الٹے پاؤں واپس نکل جاتا۔ اس میں اسے اپنی بڑی ذلت نظر آتی تھی۔ اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ یہ عورت اصلی دیو داسی

نہیں ہے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ راجہ اُس کے اور نئے وزیر عنبر کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ رتناکر نے اس بات کو بھی خاص طور محسوس کیا تھا کہ جب سے یہ نیا وزیر عنبر آیا ہے راجہ بالکل بدل گیا ہے۔ وہ اس کی ہر بات مان لیتا ہے۔ اس نے ایک بار عنبر کو دیو داسی سے باتیں کرتے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا جس سے اس کے دل میں شک پختہ ہو گیا کہ عنبر اور دیو داسی ضرور آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ حالانکہ عنبر خاص طور پہ اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ سب کے سامنے تنہائیں سے بالکل کوئی بات نہ کرے۔

رتناکر نے ایک روز اپنے شاگرد سے کہا۔

"ایسے لگتا ہے کہ یہ شخص عنبر کوئی جادوگر ہے اور اس نے جادو کے زور سے مورتی کو اپنی جگہ سے ہلایا تھا۔ وگرنہ وہ عورت اصلی دیو داسی نہیں ہے اور مورتی کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتی۔"

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے سرکار! عنبر ملک افریقہ سے جادو سیکھ کر آیا ہے اور افریقہ کا جادو تو بڑا سخت ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے تو انسان دریا کے پانی پر بھی چل سکتا ہے۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ اب نقلی دیو داسی کا بھانڈا

کس طرح پھوڑا جائے ؟ یہ کیسے راجہ پہ ثابت کیا جائے کہ یہ عورت ایک جھوٹی عورت ہے اور عنبر نے جادو کے زور سے مورتی کو اپنی جگہ سے ہلایا تھا۔"

"سرکار ! وقت کا انتظار کریں ۔ جونہی مناسب موقع ملا ان کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیا جائے گا۔"

بڑا پجاری یہی سوچ کر خاموش ہو گیا اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ ان ہی دنوں مورتی پر کسی عورت کو قربان کرنے کا موسم آ گیا۔ اس کے لئے پجاریوں نے ایک عورت کو چن کر پہلے ہی تہہ خانے میں بند کر رکھا تھا۔ اسے ہر روز دن میں تین بار نہایت اعلیٰ قسم کی خوراک دی جاتی تھی ۔ تاکہ وہ خوب موٹی تازی ہو جائے اور اس کی قربانی سے دیوتا زیادہ سے زیادہ خوش ہوں ۔ یہ عورت ایک غریب بوڑھے پجاری کی بیٹی تھی جو اندھا ہو چکا تھا ۔ رتنا کر نے خاص طور پر اس عورت کو چنا تھا ۔ کیونکہ وہ کسی بات پر اس کے باپ اندھے پجاری سے ناراض تھا ۔ اور اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا ۔ قربانی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں ۔

سارے مندر کو پھر سے دھو دھلا کر صاف کر دیا گیا

تھا۔ دیواروں پر پھولوں کی بیلیں سجا دی گئی تھیں۔ ستونوں کے ساتھ نئی مشعلیں جلا دی گئی تھیں۔ چبوترے کو ہر روز بکری کے دودھ سے دھویا جاتا تھا۔ تھائیں کو اس قربانی کا علم ہوا تو اس نے اپنی ایک خاص کنیز کو بھیج کر عنبر کو اپنے کمرے میں بلایا۔ عنبر رات کے اندھیرے میں اس سے ملنے آیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ راجہ کو معلوم ہو کہ وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ تھائیں نے دروازہ کھول کر عنبر کو تخت پر بٹھایا اور قربانی کے بارے میں ساری بات کھول کر بیان کر دی۔ عنبر نے ساری داستان سُن کر کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص رتناکر ایک بار پھر ایک بے گناہ عورت کی زندگی کو برباد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"ہاں عنبر! میں چاہتی ہوں کہ اس عورت کو بھی اس ظالم کے چنگل سے بچایا جائے اور اس کا بھانڈا بھی پھوڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ اس کے بعد کسی معصوم لڑکی کی زندگی برباد نہ کر سکے۔ اس وقت موقع بھی ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اسے اپنے برے ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ میں اس کا راز فاش کر دوں

گا۔ اور اس نے راجہ اور دوسرے لوگوں کی آنکھوں پر جو قربانی کی جھوٹی پٹی باندھ رکھی ہے اسے کھول کر پھینک دوں گا اور رتناکر کو ایسی سزا دلواؤں گا کہ وہ ساری زندگی نہیں بھولے گا۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کرو گے؟ کیا مجھے نہیں بتاؤ گے"؟

"میرا خیال ہے کہ جس وقت رتناکر پیالے میں خون اور لڑکی کا دل ڈال کر راجہ کے آگے لائے۔ میں اسی وقت اٹھ کر اعلان کر دوں کہ بڑا پجاری رتناکر جھوٹا اور دغاباز ہے۔ اس نے لڑکی قربان نہیں کی۔ بلکہ ایک بکری ذبح کر کے اس کا دل پیالے میں ڈال دیا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے کہ تم رتناکر کو سزا دلوا دو گے۔ لیکن اس طرح وہ لڑکی بھی نہیں بچ سکے گی۔ راجہ کہے گا کہ اب بکری کی جگہ اصلی عورت کو مورتی کے آگے قربان کیا جائے۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ ٹھائیں نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ پھر اس عورت کو کس طرح بچایا جائے؟ اس نے کہا۔

"کیا اس عورت کو چپکے سے اغوا کر کے کسی طرف روانہ کر دیا جائے؟" ٹھائیں بولی۔

"سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن ہم آخر کس کس عورت کو ہر بار اغوا کر کے فرار کراتے رہیں گے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ راجہ کو اس انسانی قربانی سے کسی طرح روک دیا جائے؟"

"اصل میں ہونا تو یہی چاہیئے۔ خیر اب تو سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم اس عورت کو کسی طرح اغوا کر کے یہاں سے بھگا دیں۔ اس کے بعد میں راجہ پر اثر ڈال کر اسے مجبور کروں گا کہ وہ مورتی کے آگے انسانی قربانی دینا بند کر دے۔"

کیا اس دفعہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیا تم دیوی بلیطیس کو نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک بار آکر تبت کی عورتوں کی زندگی ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے؟ آخر وہ بھی ایک عورت ہے اور دوسری عورتوں کے ساتھ اسے ضرور ہمدردی ہو گی۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں عنبر! فیصلہ کر لو کہ تم یہی کرو گے۔ تاکہ قربانی کے روز ہم رتنا کر مکاریوں کو راجہ کے سامنے فاش کر دیں۔"

"بہت اچھا، میں آج ہی رات دیوی بلیطیس سے

بات کرتا ہوں"۔

عنبر ٹھاکر سے اتنا کہہ کر واپس اپنے گھر آ گیا۔ گھر آتے ہی اس نے دیوی بلیطیس کی روح کو آواز دی۔ وہ نمودار ہوئی تو اس نے اسے ساری بات سنا کر عورت کے نام پہ رحم کی بھیک مانگی۔

"تم بھی ایک عورت ہو بلیطیس! کیا تم گوارا کرلو گی کہ اس مندر میں قربانی کے نام پر ہر برس ایک عورت کو اغوا کر کے دوسرے ملک میں جا کر فروخت کیا جاتا رہے"؟

دیوی بلیطیس نے عنبر کی زبانی پوری بات سنی تو وہ سخت غصے میں آ گئی۔ اس نے کہا۔

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں اس کمینے اور ظالم پجاری کو ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ وہ ہمیشہ یاد کرے گا۔ فکر نہ کرو۔ قربانی کے روز میں مورتی مندر میں موجود ہوں گی"۔

دیوی بلیطیس اتنا کہہ کر چلی گئی۔ عنبر نے اگلے روز ٹھاکر کو جا کر بتا دیا کہ دیوی بلیطیس راضی ہو گئی ہے۔ اور اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ قربانی کے روز مورتی مندر میں موجود ہو گی اور رتناکر کو اس کے ظلم کا بدلہ چکھا دے گی۔ ٹھاکر بڑی خوش ہوئی۔

اس دوران میں وہ دن آگیا جس روز مندر میں ایک عورت کو قربان کیا جاتا تھا۔ سارا دن مندر میں پجاری بھجن گاتے رہے اور منتر پڑھتے رہے۔ شام کو مندر میں لوبان سلگ اٹھے اور دیواروں کے ساتھ لگی مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ خوشبوئیں ہی خوشبوئیں تھیں۔ تھائیں دیو داسی کے روپ میں سج دھج کر پالکی میں سوار مندر پہنچ گئی۔ اسے مورتی کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔ راجہ بھی اپنی رانی کے ساتھ تخت پر آکر بیٹھ گیا۔ دوسرے پجاری اور لوگ دونوں طرف ادب سے جھک کر کھڑے ہو گئے۔ بڑا پجاری رتناکر بھی وہاں موجود تھا اور اونچی آواز میں دیو داسی کے آگے دو زانو بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔

رات آدھی گذر گئی تو ڈھول تاشوں اور منتر کے شور میں اس عورت کو مندر میں لایا گیا جس کی قربانی دی جانے والی تھی۔ اس عورت کو پجاریوں نے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ بے چاری کے بال کھلے تھے اور آنکھوں میں وحشت ٹپک رہی تھی۔ لیکن وہاں اس کا سوائے عنبر اور دیو داسی کے اور کوئی ہمدرد نہیں تھا۔ اور یہ دونوں سب کے سامنے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار

نہیں کر سکتے تھے۔ عنبر اور دیو داسی۔ دونوں بلیطیس کا انتظار کر رہے تھے۔ جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ وہ ضرور آ کر اس عورت کی جان بچا لے گی۔

عنبر راجہ اور رانی کے پاس ہی ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خاموش تھا اور اس وقت کا منتظر تھا جب دیوی بلیطیس کی روح کو آ کر اس عورت کو قربان ہونے سے بچانا اور رتناکر کے ڈھونگ کا بھول کھولنا تھا۔ ایک دم ڈھول تاشوں کا شور بلند سے بلند تر ہو گیا۔ قربان کرنے والی عورت کو مندر کے وسط میں لایا گیا۔ اس بے چاری کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ اپنے اندھے باپ کو یاد کر کے روئے جا رہی تھی۔ مگر اس کے رونے پر کسی کو ترس نہ آ رہا تھا۔ عنبر اور رتھائیں کے دل پر تو بڑا اثر ہو رہا تھا۔ مکار پجاری رتناکر آگے بڑھا اور اس نے راجہ کے سامنے جا کر کہا۔

"اے تبت کے سورج راجہ! اجازت دو کہ اس عورت کو دیوتاؤں کی مرضی کے مطابق اس مورتی پر قربان کر دیا جائے۔ وقت ہو گیا ہے اور ہماری مقدس مورتی اس عورت کا خون پینے کے لئے بے تاب ہو رہی ہے"

راجہ نے اپنی رانی کی طرف دیکھا۔ رانی نے سر کو ہلا کر

اشارہ کیا۔ راجہ نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔
"اجازت ہے ___ دیو داسی کی اجازت بھی لی جائے"۔
اب رتنا کر برا سا منہ بنا کر دیو داسی کی طرف آیا اور جھک کر بولا۔
"اے مقدس دیو داسی! اجازت دو کہ اس عورت کو تمہاری رضا کے مطابق مورتی پر قربان کیا جائے"۔
مخنائیں نے آہستہ سے کہا۔
"اجازت ہے"۔
دیو داسی کی اجازت کے ساتھ ہی زور زور سے ڈھول بجنے لگے اور پجاری اونچی آواز میں بھجن گانے لگے۔ رتنا کر نے ایک پجاری کو ساتھ لیا اور عورت کو گھسیٹتے ہوئے مورتی کے پیچھے لے گیا۔ یہاں وہ دونوں مکار پجاری دروازے میں سے داخل ہو کر اندر چلے گئے اندر جاتے ہی رتنا کر نے عورت کو کوٹھری میں لے جا کر زنجیروں سے باندھ دیا اور کہا۔
ہم تمہیں ہلاک نہیں کریں گے۔ لیکن خبردار آواز مت نکالنا"۔
وہ عورت تو ہکا بکا ہو کر رہ گئی۔ بے چاری بڑی خوش ہوئی کہ اس کی جان بخشی ہو گئی ہے۔ مگر اسے کیا

معلوم تھا کہ یہ سنگدل لوگ اسے غلام بنا کر دوسرے ملک میں فروخت کر دیں گے۔ جہاں وہ ساری زندگی سسک سسک کر مرتی رہے گی۔ اسے کوٹھڑی میں بند کر کے دونوں پجاریوں نے اس کے سامنے ایک بکری کو ذبح کیا۔ اس کے خون سے چاندی کا پیالہ بھرا۔ اس کے سینے سے دل نکال کر پیالے میں ڈالا اور منتر پڑھتے باہر آ گئے۔
دوسرے لوگوں اور پجاریوں نے دیکھا کہ پیالے میں عورت کا خون اور دل پڑا ہے تو انہوں نے خوشی سے نعرے لگائے۔ کیونکہ ان کے خیال میں مقدس مورتی نے ان کی قربانی قبول کر لی تھی۔ رنناکر خون سے بھرا ہوا پیالہ لے کر راجہ کے سامنے آیا اور بولا۔
"اے مقدس راجہ! مقدس دیوداسی کی مرضی کے مطابق مورتی نے ہماری قربانی قبول کر لی ہے۔ اس خون سے تلک لگا کر ہمیشہ کے لئے امر ہو جائیں"۔
راجہ نے خون کے پیالے میں انگلی ڈبوئی اور ابھی وہ ماتھے پر تلک لگانے ہی والا تھا کہ اچانک مورتی میں گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی پہلے کی طرح مورتی کا لمبا ہاتھ اپنی جگہ سے ہلا اور اس نے آگے بڑھ کر راجہ کے ہاتھ سے پیالہ لے کر کہا۔

اے راجہ! تو احمق بن گیا ہے۔ تجھے اپنی رعایا کا کوئی
نہیں رہا۔ یہ پجاری ایک عرصہ سے تجھے بے وقوف
بنا رہا ہے"
مورتی کا ہاتھ آگے بڑھتا دیکھ کر اور اسے بولتا
دیکھ کر سارے لوگ ششدر ہو کر سجدے میں گر پڑے۔
راجہ تو تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔
"اے مقدس مورتی! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے تو معاف
کر دے۔ میں تیرا ادنیٰ خادم ہوں"
مورتی نے کہا۔
"سن اے راجہ! یہ مکار پجاری رتناکر ایک عرصہ
سے مجھ سے دھوکہ کر رہا ہے۔ یہ جس عورت کو قربانی
کے لئے میرے اندر لے جاتا ہے۔ یہ اس کو کوٹھڑی میں
بند کر کے ایک بکری کو مار کر اس کے خون میں دل
ڈبو کر لے آتا ہے۔ اس کے بعد یہ اس عورت کو
دوسرے ملک میں غلام بنا کر بیچ دیتا ہے اور دولت
کماتا ہے۔ اس مکار پجاری اور اس کے ساتھی کو ابھی
گرفتار کر لو اور اپنے وزیر کو میری کوٹھڑی میں بھیج کر
اس عورت کو وہاں سے نکالو جس کو یہ پجاری ذبح
کرنے لے گیا تھا۔ یہ خون بکری کا ہے اور یہ دل بھی

بکری کا ہے اس بکری کی لاش بھی اندر ہی پڑی ہے۔"

راجہ کے ہاتھوں کے تو طوطے اڑ گئے۔ پجاری رتناکر پر جیسے بجلی گر پڑی تھی۔ راجہ نے اسی وقت حکم دیا کہ مکار پجاری کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے پھر اس نے اپنے وزیروں کو مورتی کے اندر بھیجا۔ انہوں نے اندر جاکر دیکھا کہ جس عورت کو قربان کرنا تھا۔ وہ اسی طرح ایک طرف بیٹھی ہے اور فرش پر بکری کی لاش خون میں لت پت پڑی ہے۔

وزیر عورت کو لے کر باہر آ گئے۔ انہوں نے راجہ کو بتایا۔

"اے راجہ! مقدس مورتی کی آواز درست ہے۔ مکار پجاری نے اس عورت کی بجائے ایک بکری کو ذبح کر دیا ہے اور یہ خون اور اس کے اندر ڈوبا ہوا دل بکری کا ہے۔"

راجہ ایک دم سجدے میں گر پڑا۔

"اے مقدس مورتی! تیری جے ہو۔ مجھ سے قصور ہو گیا ہے میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں اس عورت کو تیرے قدموں میں اپنے ہاتھ سے قربان کرتا ہوں۔"

مورتی نے گرج کر کہا۔

"ہرگز نہیں! میں انسان کی قربانی سے تنگ آگئی ہوں آج سے میرے قدموں میں انسان کی قربانی ہرگز نہیں ہوگی آج سے انسانی قربانی ہمیشہ کے لئے بند کی جاتی ہے اس کی جگہ ہر سال ایک بکری کو قربان کیا جائے گا۔ اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو میں اس شہر کو برباد کردوں گی"۔

راجہ نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"اے مقدس مورتی! تیرے حکم پر عمل کیا جائے گا۔ اس ملک میں آج سے کسی انسان کی قربانی نہیں ہوگی صرف بکری کی قربانی ہوگی۔

مورتی نے اپنا ہاتھ اندر کھینچ لیا اور وہ ایک بار پھر پتھر کی مورتی بن گئی۔ عنبر اور ہتا ئیں بڑے خوش ہوئے کہ دیوی طبیتیں نے آکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عورتوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بننے سے بچالیا ہے۔ راجہ نے عنبر سے کہا کہ جیسا مورتی نے کہا ہے ملک میں ویسا ہی ہوگا اور مکار بجاری رتنا کر کو برف کے پہاڑ میں دفن کر دیا جائے گا۔ راجہ نے مقدس دیو داسی کو جھک کر سلام کیا۔ اس کے پاؤں چھوئے اور واپس چلا گیا دیو داسی نے خوشی کی نظروں سے عنبر کو دیکھا۔ وہ

عورت کی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ا
عورت کو اسی وقت اس کے اندھے باپ کے حو
کر دیا گیا۔ جس نے اپنی بچی کو سینے سے لگا لیا۔

ناگن رانی

تبت میں رہتے ہوئے عنبر کو تیسرا مہینہ جا رہا تھا کہ راجہ بیمار ہو گیا۔

راجہ کی بیماری کی خبر رانی نے اسے آکر دی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ایک تختی پر کچھ لکھ رہا تھا کہ رانی کی سواری آ گئی۔ عنبر رانی کو لینے خود باہر گیا۔ وہ حیران ہوا کہ رانی اچانک کیسے وہاں آ گئی۔ رانی نے اسے بتایا کہ راجہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے اسے چل کر دیکھو۔ عنبر وہاں کا شاہی طبیب بھی تھا۔ اور پھر رانی کو معلوم تھا کہ عنبر نے ایک بار راجہ کی جان بچائی تھی۔ عنبر اسی وقت رانی کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ محل میں راجہ بستر پہ خاموش پڑا تھا اس کی بیماری صرف اتنی تھی کہ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اور بدن میں بے حد کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ عنبر نے راجہ کا معائنہ کیا اور اسے اپنے ہاتھوں سے چاندی کے کٹورے میں ایک بوٹی کا عرق ڈال کر پلایا۔ راجہ نے عرق پی لیا تو اس کی طبیعت ذرا بحال ہو گئی۔ عنبر شام

تک راجہ کے پاس بیٹھا رہا۔

شام کو وہ واپس اپنے مکان پر آگیا۔ اگلے روز شام تک راجہ کی طبیعت ٹھیک رہی۔ رات کو اس کی حالت پھر خراب ہوگئی۔ اب اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے نمودار ہو گئے تھے۔ عنبر راجہ کی حالت دیکھ کر بڑا پریشان ہوا کہ آخر یہ اسے کون سی بیماری لگ گئی تھی۔ مہارانی کو الگ پریشانی تھی۔ اس نے راجہ کی بیماری کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ وہ عنبر سے بار بار التجا کرتی کہ اس کے راجہ کو صحت مند کیا جائے۔ عنبر کی سمجھ میں راجہ کی بیماری بالکل نہ آرہی تھی۔ وہ طاقت کی دوائی راجہ کو دیتا۔ ذرا دو چار روز کے لئے اس کی طبیعت سنبھلتی اور پھر خراب ہو جاتی۔ راجہ نے دربار کی ساری مصروفیات ترک کر دی تھیں۔ سوائے عنبر اور مہارانی کے اور کوئی ملنے نہ آتا تھا۔

عنبر راجہ کی بیماری پر جتنا غور کرتا اتنا ہی وہ اس میں الجھ جاتا۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ رانی سے کچھ پوچھ گچھ کی جائے۔ اس مقصد کے لئے وہ خاص طور پہ ایک روز رانی کے محل میں گیا اور اس نے مہارانی سے بات شروع کی۔ کافی دیر کی گفتگو کے بعد بھی عنبر راجہ کی بیماری کی

کوئی وجہ معلوم نہ کر سکا۔ اس دوران میں وقت گزرتا گیا اور راجہ کی بیماری زور پکڑتی گئی۔ اب اس کا رنگ نیلا پڑنے لگا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے خون میں زہر شامل ہو رہا ہے۔ جو آہستہ آہستہ اسے ہلاک کر رہا ہے۔ عنبر نے اپنی ساری حکمت کی کتابیں پھر سے پڑھ ڈالیں۔ مگر اسے بیماری کا کہیں بھی سراغ نہ ملا۔

ایک بات اس عرصے میں اس نے محسوس کی تھی کہ راجہ کی ایک ملکہ جس کے ساتھ اس نے ایک سال ہوا شادی کی تھی۔ دیکھتے ہوئے آنکھ نہیں جھپکتی تھی۔ عنبر کو اتنا معلوم تھا کہ یہ خصوصیت صرف سانپ میں پائی جاتی ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے کبھی آنکھ نہیں جھپکتا تو کیا راجہ کی نئی ملکہ ناگن ہے؟

یہاں یہ بات بیان کر دینی ضروری ہے کہ ایک سانپ کی عمر اگر دو سو برس سے زیادہ ہو جائے تو اس میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ آدمی یا عورت کے روپ میں سامنے آ کر زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ جتنی دیر چاہے عورت یا آدمی بن کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ عنبر کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر کوئی سانپ مرد بن کر یا عورت بن کر کسی سے شادی کر لے تو وہ عورت

یا مرد زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتا۔ اس کے جسم میں سانپ کا زہر شامل ہونا شروع ہو جاتا ہے جو آہستہ آہستہ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

اس ملکہ کے بارے میں عنبر نے رانی سے پوچھا۔

"یہ ملکہ جس سے راجہ نے بیاہ کیا کہاں کی رہنے والی ہے؟"

رانی نے کہا۔

"دیوتا ہی جانے یہ کہاں کی رہنے والی ہے۔ راجہ ایک بار شکار کھیلنے جنگل میں گیا تھا کہ اس کو اپنے ساتھ لے آیا اور پھر اس سے شادی کر لی۔"

"کیا یہ ملکہ کبھی اپنے ماں باپ کے گھر نہیں گئی؟"

"اس کا کوئی ماں باپ ہو تو جائے۔ وہ تو اس دنیا میں اکیلی ہے۔ بس جب سے آئی ہے محل میں ہی پڑی ہے۔"

"غور کر کے بتاؤ رانی صاحبہ! کیا یہ ملکہ کبھی بھی محل سے باہر نہیں گئی؟"

مہارانی خاموش ہو گئی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ پھر بولی۔

"ہاں اتنا یاد ہے کہ کبھی کبھی جنگل کی سیر کو اکیلی ضرور جایا کرتی ہے۔ راجہ نے کئی بار اس کے ساتھ جانے کی خواہش کی۔ مگر اس نے ہمیشہ راجہ کو ٹال دیا اور اکیلی ہی جنگل کی سیر کو گئی۔"

عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا وہ غور کر رہا تھا کہ ملکہ جنگل میں تنہا کیا کرنے جاتی ہے؟ اگر وہ ناگن ہے تو ضرور اپنے کسی ساتھی سانپ سے ملنے جاتی ہوگی۔ عنبر نے ملکہ کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے مہارانی کو تو کچھ نہ بتایا اور اس دن کا انتظار کرنے لگا جس روز ملکہ کو جنگل کی سیر کو جانا تھا۔ عنبر نے راجہ سے بھی کوئی بات نہ کی۔ ویسے ملکہ راجہ کی بڑی تیمارداری کرتی تھی۔ وہ ہر وقت راجہ کے سر پہ منڈلاتی رہتی۔ کبھی اس کا سر دبا رہی ہے۔ کبھی اسے دوائی پلا رہی ہے۔ کبھی اسے اپنے ہاتھ سے پھل کھلا رہی ہے۔

راجہ بھی اس ملکہ سے بہت پیار کرتا تھا۔ وہ اپنی پرانی بیوی مہارانی کو اتنا اچھا نہیں سمجھتا تھا جتنا اچھا وہ اپنی نئی اور نوجوان ملکہ کو سمجھتا تھا۔ رانی اگر کسی وقت ادھر ادھر ہو جاتی تو وہ اتنا خیال نہ کرتا لیکن اگر ملکہ کہیں ایک پل کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی تو راجہ فوراً خادمہ بھیج کر اسے بلا لیتا۔ یہ ملکہ دبلی پتلی سانولے رنگ کی تھی اس کی آنکھوں میں سانپ کی آنکھوں کی سرخی تھی اور وہ پلکیں بالکل نہیں جھپکتی تھی۔ عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ راجہ کی بیماری کا کھوج لگا کر رہے گا۔

ایک روز ملکہ نے سیاہ لبادہ اوڑھا اور گھوڑے پر بیٹھ کر محل کے پیچھے والے جنگل کی طرف سیر کو نکل گئی عنبر اسی دن کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بھی تھوڑی دیر بعد گھوڑے پر سوار ہوا اور ملکہ سے تھوڑے فاصلے پر اس کے پیچھے چل پڑا۔

ملکہ محل سے نکل کر جنگل کو جانے والے راستے پر ہو گئی یہ راستہ ایک اونچی اونچی خار دار جھاڑیوں اور چھتری نما درختوں والے گھنے جنگل کی طرف جاتا تھا۔ جنگل کے اندر سائے بڑے گہرے تھے اور ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ملکہ چلتی چلی گئی۔ آخر سامنے ایک چٹان آ گئی جس پر ہری ہری بیلوں نے چادر سی بچھا رکھی تھی۔ ملکہ یہاں پہنچ کر گھوڑے سے اتر گئی۔ اس نے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور چٹان کے عقب میں گھوم گئی۔ عنبر نے بھی جلدی سے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور ملکہ کا تعاقب شروع کر دیا۔

چٹان کی اوٹ سے نکل کر سامنے ایک کھوہ سی تھی جس کے باہر زیتون کا درخت اگا ہوا تھا۔ ملکہ اس کھوہ کے باہر پتھروں پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ عنبر بھی اس کا تعاقب کرتا وہاں تک پہنچ گیا تھا۔ وہ چپکے سے

ایک درخت کے پیچھے چھپ کر یہ دیکھنے لگا کہ ملکہ کیا کرتی ہے۔ ملکہ خاموشی سے پتھر پر بیٹھی تھی۔ پھر اس نے ہوا میں اپنا سانس چھوڑا۔ سانس کی بو سارے جنگل میں پھیل گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک طرف سے سیاہ رنگ کا ایک لمبا ناگ نمودار ہوا۔ وہ ایک موٹی تازی بکری کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بکری ملکہ کے پاس آکر رک گئی۔ سانپ آہستہ سے بکری کے اوپر سے اتر کر نیچے آگیا اور اس نے پھنکاریں مارتے ہوئے ملکہ کے اردگرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ سات چکر پورے کرنے کے بعد سانپ بکری کے پاس کنڈل مار کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا پھن پھیلا لیا۔

اب ملکہ نے لمبے لمبے سانس بھرنے شروع کر دیئے پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر آسمان کی طرف اٹھائے اور پلک جھپکنے کے اندر سیاہ رنگ کی ناگن بن گئی۔ ناگن بنتے ہی اس نے زور سے پھنکار ماری اور اپنے ناگ کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ بکری اس وقت تھر تھر کانپ رہی تھی۔ دونوں ناگ ناگن اب بکری کی پچھلی ٹانگوں کے ساتھ چمٹ گئے اور انہوں نے بکری کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ جتنی دیر تک وہ دودھ پیتے رہے بکری پر لرزہ طاری رہا۔ جب سانپوں کا جوڑا جی بھر کر دودھ پی چکا تو وہ

بکری کی ٹانگوں سے اتر کر زمین پہ آ گیا اور ایک دوسرے
کے ساتھ کھیلنے لگے۔ کافی دیر وہ ایک دوسرے کے ساتھ
کھیلتے رہے۔ جب وہ کھیل کود سے تھک گئے تو ناگ
اسی طرح بکری پہ سوار ہوا اور بکری اسے لے کر جنگل میں
ایک طرف کو چل دی۔

ناگ کے جاتے ہی ناگن پتھر پہ آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی
اس کے بیٹھتے ہی وہ پتھر سے ملکہ بن گئی۔ اس کے بعد
وہاں سے اٹھی اور واپس آ کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور
اپنے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ عنبر یہ سارا کھیل دیکھ کر
حیران رہ گیا۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا۔ اس کا یقین نہیں آ رہا
تھا۔ تو کیا واقعی ملکہ ناگن ہے؟ اب تو اس نے اسے اپنی
آنکھوں سے ناگن کا روپ بدلتے دیکھ لیا تھا۔ اب اسے
اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ راجہ کی بیماری کی وجہ اصل میں
ناگن رانی ہے۔ جو آہستہ آہستہ راجہ کے خون میں اپنا زہر
پھیلا رہی ہے اور اگر راجہ کا علاج نہ کیا گیا تو وہ موت
آغوش میں پہنچ جائے گا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ
کو ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن راجہ کو کیسے یقین آئے کہ
ناگن ہے۔ عنبر نے سوچا کہ راجہ کو یہ سارا کھیل اپنی آنکھوں
سے دکھایا جائے۔

یہ سوچ کر وہ واپس محل میں آگیا۔ اس نے دوسرے روز راجہ سے کہا۔

"مہاراج میں آپ کی بیماری کے بارے میں تنہائی میں آپ سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کمرے میں سوائے میرے اور آپ کے تیسرا کوئی نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی اس کا بندوبست کر دیتا ہوں۔"

راجہ نے ہاتھ کے اشارے سے ساری کنیزوں اور نوکروں کو کمرے سے باہر نکال دیا۔ اتفاق سے ٹھیک اس وقت ناگن ملکہ ہاتھ میں دودھ کا کٹورا لئے اندر داخل ہوئی۔

"مہاراج! آپ کے لئے دودھ لائی ہوں۔"

راجہ بڑا خوش ہوا کہ اس کی ملکہ اس کا کتنا خیال رکھتی ہے اور اس کی کس قدر خدمت کر رہی ہے۔ اس بے چارے کو کیا خبر تھی کہ اصل میں وہی ملکہ اس کی بیماری کی جڑ ہے۔ اور وہ ناگن بن کر اسے ہلاک کر رہی ہے۔ راجہ جب دودھ پی چکا تو اس نے ملکہ سے کہا۔

"ملکہ! ہم تنہائی میں حکیم عنبر سے کچھ باتیں کرنی چاہتے ہیں۔"

ملکہ نے کہا۔

"مہاراج! میں آپ کی بیگم ہوں۔ رانیوں میں سے ایک

وفادار اور خدمت گذار رانی ہوں۔ کیا میں آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتی ؟"
مہاراج نے بڑی عاجزی سے کہا۔
"نیک دل اور بے حد وفادار ملکہ! ہمیں معاف کر دینا تمہاری وفاداری پر تو ہمیں کبھی شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمارے شاہی حکیم صاحب کی خواہش ہے کہ جب وہ ہماری بیماری کے بارے میں ہم سے بات کرے تو کمرے میں سوائے ہم دونوں کے اور کوئی نہ ہو۔"
ناگن ملکہ نے بڑے غصے کے ساتھ حکیم عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے صاف محسوس کیا کہ وہ ایک خونخوار ناگن کے روپ میں اسے دیکھ رہی ہے اور اس کا بس چلے تو اسے ڈس کر اسی وقت ہلاک کر دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ بے بس تھی۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔
"جیسے آپ کی مرضی مہاراج۔"
اور اتنا کہہ کر چپکے سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے باہر جاتے ہی عنبر نے راجہ سے پوچھا۔
"مہاراج! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں جو کچھ آپ سے پوچھوں آپ بالکل سچ سچ اور پوری تفصیل کے ساتھ مجھے بتائیے گا۔ اس لئے کہ یہ آپ کی زندگی اور موت کا

سوال ہے اور میں ہر قیمت پر آپ کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں"

"آپ مجھ سے جو بات بھی پوچھیں گے میں صاف صاف بتاؤں گا عنبر!"

"پہلی بات تو یہ بتائیے کہ یہ ملکہ آپ کو کہاں سے ملی تھی؟"

پہلے تو راجہ نے حیرانی سے عنبر کو دیکھا کہ یہ اس نے کیسا گستاخی کا سوال پوچھ لیا ہے۔ پھر جب اسے خیال آیا کہ عنبر اس کا خیر خواہ ہے اور یہ اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے تو اُس نے کہا۔

" قصہ یوں ہوا کہ ایک روز میں شکار کے لئے اکیلا جنگل میں گیا۔ دو روز تک شکار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا مگر کہیں شکار نہ ملا۔ تھک ہار کر ایک درخت کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی مجھے وہاں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ مجھے کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں بڑا حیران ہوا کہ اس سنسان جنگل میں یہ کون عورت ہے جو رو رہی ہے خیر۔ میں رونے کی آواز کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا۔ ایک جگہ تالاب کے کنارے جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی خوبصورت عورت شہزادیوں کے لباس میں بیٹھی اپنے بال کھولے رو رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی

میں نے قریب جا کر پوچھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ وہ ملک چین کے ایک گورنر کی بیٹی ہے۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ یہاں سے گزر رہی تھی۔ کہ ایک شیر اچانک آیا اور اس کے باپ کو اٹھا کر لے گیا۔ اب وہ اس دنیا میں اکیلی رہ گئی ہے۔ وہ کہاں جائے؟ کیا کرے؟ اور اس عورت نے پھر سے رونا شروع کر دیا۔ میں نے اسے تسلی دی اور ترس کھا کر اسے اپنے ساتھ محل میں لے آیا۔ یہاں لاکر میں نے اس سے شادی کر لی اور اب وہ میری ملکہ ہے۔"

عنبر نے ساری کہانی سُنی تو کہا۔

"کیا ملکہ نے کبھی آپ سے جنگل میں جانے کو کہا ہے"

"بالکل نہیں۔ بلکہ وہ تو اکثر جنگل میں اکیلی جایا کرتی ہے۔"

"کیا آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ ملکہ ہمیشہ جنگل میں اکیلی کیوں جاتی ہے؟"

"اس کی مرضی ہے۔ میں نے اس پر پابندی لگانا کبھی گوارا نہیں کیا۔"

"اچھا تو پھر اب جس روز ملکہ جنگل میں اکیلی جائے تو آپ میرے ساتھ چلیں گے۔"

"وہ کس لئے؟"

"میں آپ کو ایک ایسا نظارہ دکھاؤں گا جسے دیکھ کر آپ حیران بھی ہوں گے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی بیماری کی اصل وجہ کیا ہے۔"

ادھر عنبر راجہ سے باتیں کر رہا تھا اور ادھر دروازے کے ساتھ لگی ناگن ملکہ ان کی ساری گفتگو سن رہی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ شاہی حکیم عنبر پہ اس کا ناگن ہونے کا راز کھل گیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں باقی رہ گئی تھیں۔ پہلی صورت یہ تھی ملکہ جنگل میں ناگ سے ملاقات کرنی بند کر دے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ عنبر کو ڈس کر ہلاک کر دیا جائے۔ چونکہ ملکہ جنگل میں ناگ سے ملنا بند نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیئے اس نے فیصلہ کیا کہ عنبر کو کاٹ کر مار ڈالے

ملکہ کے جنگل میں جا کر ناگ سے ملنے اور بکری کا دودھ پینے میں ابھی چند روز باقی تھے۔ جنگل کا ناگ اس کا بھائی تھا۔ رسم کے مطابق ضروری تھا کہ وہ ہفتے میں ایک بار ناگ بھائی سے ملاقات کرے۔ ناگن ملکہ نے عنبر کو آدھی رات کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ادھر عنبر نے راجہ سے کہا کہ وہ چند روز تک انتظار کرتے سائیں۔ پھر وہ اسے لے کر جنگل میں جائے گا اور اسے

وہ تماشہ دکھائے گا جسے دیکھ کر اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی بیماری کی جڑ کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔

عنبر کا روز کا معمول تھا کہ وہ دن بھر کے کام کاج کے بعد رات کو دس بجے ضرور سو جاتا تھا۔ اس نے ناگن ملکہ کی بات تھائیں کو بھی جا کر بتا دی تھی۔ تھائیں بڑی حیران ہوئی۔ اس نے کہا کہ اسے ناگن ملکہ سے بچ کر رہنا چاہیئے۔

عنبر نے کہا۔

"وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یوں لگتا ہے کہ اس کی موت کے دن قریب آ گئے ہیں اس نے بہت روز عیش کر لئے۔ اور ایک ایسے راجہ کو مار ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے جس نے ترس کھا کر اسے اپنے شاہی محل میں جگہ دی۔ ناگن ملکہ احسان فراموش ہے۔ اگر اسے سزا نہ دی گئی تو وہ راجہ کو اپنے زہر سے ہلاک کر دے گی۔"

تھائیں نے کہا۔

"مگر پھر بھی عنبر بھائی تمہیں ہوشیار رہنا چاہیئے ناگن ملکہ بڑی مکار معلوم ہوتی ہے۔ اگر اسے کسی طرح یہ بھنک بھی پڑ گئی کہ تم لوگ اس کے پیچھے لگے ہو تو وہ راجہ کو مار ڈالے گی۔"

"اس راز سے سوائے تمہارے اور کوئی واقف نہیں ہے۔"

"پھر بھی دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں!"

"میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ ساتویں روز ناگن ملکہ کا بھانڈا پھوڑ دیا جائے گا۔"

اسی رات کا ذکر ہے کہ عنبر دن بھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر رات کو اپنے محل کی چھت پر لیٹا آرام کر رہا تھا کہ ناگن ملکہ سیاہ کالے ناگ کے روپ میں وہاں آ گئی۔ عنبر کام کاج سے بہت تھکا ہوا تھا وہ مسہری پہ لیٹا اونگھتے اونگھتے سو گیا۔ اس کا سونا تھا کہ ناگن ملکہ سانپ بن کر رینگتی ہوئی عنبر کی مسہری کے پاس آ گئی۔ اس نے اچانک اپنا کالا پھن پھیلا لیا اور فرش سے چار فٹ اونچی ہو کر لہراتے اور پھنکارنے لگی۔ اس کی پھنکار سے عنبر کی آنکھ بالکل نہ کھل سکی۔ وہ گہری نیند سو یا رہا۔ ناگن اپنا خوفناک پھن پھیلائے لہراتی رہی۔ پھر وہ ایک دم آگے کو جھکی اور اس نے عنبر کی گردن پر جھپٹا مار کر کاٹ دیا۔ عنبر کی آنکھ کھل گئی اس نے سانپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور سمجھ گیا کہ ناگن ملکہ اس سے انتقام لینے آئی ہے۔ مگر وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ اس نے ناگن کو اپنا کام کرنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

ناگن نے دوسری بار پھر جھپٹ کر عنبر کی گردن پر کاٹ کھایا۔ ناگن ملکہ کا زہر اس قدر خطرناک تھا کہ اس کا کاٹا

پانی نہیں مانگتا تھا۔ جس کو وہ ایک بار کاٹ دیتی تھی اس کا
بدن دیکھتے دیکھتے گل سڑ کر ختم ہو جاتا تھا اور سارا خون
سیاہ ہو کر جم جاتا تھا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ عنبر
پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اسی طرح لیٹا سانس
لے رہا تھا۔ ناگن نے جھنجھلا کر تین چار مرتبہ عنبر کو ڈسا مگر
عنبر بڑے سکون سے سویا رہا۔ اس پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا
ناگن نے سات مرتبہ ڈسا۔ اس کا سارا زہر ختم ہو گیا۔ مگر عنبر
کی میٹھی نیند میں معمولی سا بھی فرق نہ آیا۔ وہ پریشان ہو کر
وہاں سے بھاگ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عنبر
آخر کس مٹی کا بنا ہوا ہے۔ جس زہر سے جنگل کے سارے
ہاتھی ہلاک ہو سکتے تھے اس نے عنبر کا کچھ بھی نہیں بگاڑا تھا۔

مکڑے کا جال

ناگن ملکہ اسے ڈس کر چلی گئی تو عنبر مُسکرا دیا۔
اگلے روز ملکہ نے عنبر کو دربار میں دیکھا تو اسے اور بھی حیرانی ہوئی۔ کم بخت اس پر اس کے قاتل زہر کا اتنا اثر بھی نہیں ہوا تھا کہ کم از کم دو ایک روز اسے بخار ہی چڑھ جاتا۔ وہ تو بے حد چاق و چوبند راجہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ عنبر نے اتنی احتیاط ضرور کی کہ صبح اٹھ کر ایک خاص بوٹی کا عرق پی لیا اور راجہ سے رات والے واقعے کا کوئی ذکر نہ کیا۔ تھائیں کو البتہ اس نے بتا دیا کہ رات ملکہ ناگن کے روپ میں آئی تھی اور اسے سات مرتبہ ڈس کر اپنا سارا زہر اس پر ختم کر کے چل دی تھی۔ تھائیں نے حیرانی سے کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ وہ تم سے ضرور بدلہ لے گی۔"
"مجھ سے کیا بدلہ لے گی تھائیں! اس کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی خیر منائے۔"
ادھر مکار پجاری رتناکر کو پندرھویں روز ہاتھی کے

پاؤں تلے دبا کر مروانا تھا۔ اس کی موت میں چودہ روز باقی رہ گئے تھے۔ وہ جیل کی کوٹھڑی میں اکیلا پڑا رہتا تھا۔ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ صرف ایک آدمی اس کے پاس صبح شام کھانا لے کر جاتا تھا۔ مگر مکار پجاری کا دماغ یوں ہی بےکار نہیں پڑا تھا۔ وہ برابر وہاں سے فرار ہونے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ اس نے کھانا لے کر آنے والے پر اپنا اثر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ مکار پجاری کو اتنا جادو ضرور آتا تھا کہ وہ اس معمولی سپاہی کو متاثر کر سکے ایک روز سپاہی حسب عادت پجاری کا کھانا لے کر آیا تو اس نے کہا۔

"تمہاری زندگی بھی کیا ہے۔ صبح سے لے کر رات گئے تک راجہ کی فوج کی خدمت کرتے ہو اور اس کے صلے میں سوائے اس کے اور کیا ملتا ہے کہ کسی جنگ میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور کوئی تمہارے بال بچوں کو پوچھے گا بھی نہیں۔ مجھے تو تمہاری زندگی پر ترس آتا ہے تمہاری زندگی تو مجھ سے بھی بدتر ہے۔ میں تو بارہ روز بعد مر جاؤں گا۔ مگر تم ساری زندگی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے رہو گے۔"

سپاہی نے آہ بھر کر کہا۔

"پھر ہم غریب سپاہی اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح تبت کے راجاؤں کی خدمت کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم بھی اسی طرح خدمت کر کے مرجائیں گے!"

"مگر کیا تم جانور ہو؟ کیا تم تبت کی بھیڑیں ہو؟ تم تو انسان ہو۔ ایک بہادر سپاہی ہو۔ اگر تم نہ ہو تو راجہ کبھی حکومت نہیں چلا سکتا۔ راجہ تمہاری طاقت کی وجہ سے حکومت کر رہا ہے۔ تمہیں اپنی قدر پہچاننی چاہیئے۔"

سپاہی بولا۔

"ہم اپنی قدر پہچان کر بھی کیا کر لیں گے۔ بس کولہو کے بیل کی طرح چکر میں گھوم رہے ہیں۔ ساری زندگی اسی طرح گھومتے رہیں گے۔"

پجاری نے دیکھا کہ اس نے سپاہی پر اثر ڈال دیا ہے تو کہنے لگا۔

"نہیں بھائی! راجہ کو کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے وہ بھی ہم تم ایسا ایک عام آدمی ہے۔ اگر وہ راجہ بن سکتا ہے تو تم بھی راجہ بن سکتے ہو۔ میں بھی راجہ بن سکتا ہوں۔ اور کچھ نہیں تو تم میرے وزیر ضرور بن سکتے ہو۔"

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم قید میں ہو۔ بارہ روز بعد تم کو مار ڈالا جائے گا۔ پھر تم راجہ کیسے بن سکتے ہو؟"

مکار پجاری نے ہنس کر کہا۔
"یہ تو میں یوں ہی قید میں پڑا ہوں محض اپنے وزیر
کی تلاش میں۔ مجھے وزیر مل گیا ہے آج سے میرے وزیر
تم ہو میں اعلان کرتا ہوں کہ راجہ بن کر تمہیں اپنے دربار
کا وزیر بناؤں گا۔"
اس کے ساتھ ہی پجاری نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اوپر
اٹھایا تو اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر چھت کی طرف
جاکر غائب ہوگیا۔ یہ اس کا جادو تھا۔ سپاہی بے چارہ ڈر
کر پرے ہٹ گیا۔
پجاری نے کہا۔
"ڈرو نہیں۔ یہ دیوتاؤں کی طرف سے اشارہ ہے کہ
انہوں نے مجھ کو تبت کا نیا راجہ تسلیم کر لیا ہے۔ اب تم
پر فرض ہے کہ تم رات کو میری کوٹھڑی کا دروازہ کھلا
رکھو۔ کیونکہ تم میرے وزیر ہو اور وزیر کو راجہ کا ہر حکم
ماننا پڑتا ہے۔"
"جو حکم مہاراج!"
بے چارہ پہرے دار آگ دیکھ کر ڈر گیا تھا اور اس
کے دل کو یقین آگیا تھا کہ پجاری ہی اصل میں وہ راجہ
ہے جسے دیوتاؤں نے اس کے ملک پر مقرر کیا ہے۔ ساتھ

ہی ساتھ وہ اپنے وزیر ہونے پر بھی بہت خوش تھا۔ چنانچہ رات کو اس نے پجاری کی کوٹھڑی کا دروازہ باہر سے بند نہ کیا۔ مکار پجاری اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔

آدھی رات کو وہ کوٹھڑی سے نکل کر باہر آگیا۔ جیل خانے کے صحن میں سارے سپاہی سو رہے تھے۔ اُس نے ایک سپاہی کی تلوار لے کر کمر کے ساتھ باندھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا اس استھان کی طرف آگیا جہاں تھائیں یعنی دیو داسی رہتی تھی۔ پجاری تبت شہر سے بھاگنے سے پہلے تھائیں سے اپنی ذلت کا بدلہ ضرور لینا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ وہ نقلی دیو داسی ہے اور یہ اس کی وجہ سے ہی اسے موت کی سزا بھی ملی تھی اور اس سے اس کا بڑے پجاری کا عہدہ بھی چھین لیا گیا تھا۔ دیو داسی کے استھان کے باہر اندھیرا تھا۔ پجاری گھوڑے سے اتر پڑا۔ گھوڑا اس کے مکان سے ذرا دُور ایک جگہ ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ خود دبے پاؤں دیوار کے سائے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس نے تھائیں کے مکان کی پچھلی دیوار پھاندی اور صحن کے اندر کود گیا۔ یہاں بھی چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ مگر پجاری کو ایک ایک راستے کا علم تھا۔ وہ چوروں کی طرح چلتا

آگے بڑھنے لگا۔ ایک جگہ سیڑھیاں اوپر کو چلی گئی تھیں۔ وہ سیڑھیوں پر سے ہوکر اوپر والے برج میں آ گیا۔ یہاں سے لکڑی کا ایک زینہ اس درے میں جاتا تھا۔ جہاں دیوداسی کے کمرے کا دروازہ تھا۔ مگر پجاری دروازے میں سے اندر نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ روشندان میں سے اندر کودنا چاہتا تھا۔

وہ لکڑی کے زینے پر سے ہوکر اس دیوار کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا جس کے اوپر روشندان تھا۔ پجاری نے رسّہ پھینک کر روشندان کے کنڈے میں پھنسا دیا۔ اس نے رسّے کو کھینچ کر دیکھا کہ مضبوطی سے اڑ گیا ہے؟ رسّہ بڑی مضبوطی کے ساتھ کنڈے میں پھنس گیا تھا۔ اب مکار پجاری نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ روشندان میں بیٹھ کر اس نے نیچے دیکھا۔ تھائیں بڑے سکون کے ساتھ مسہری پر سو رہی تھی۔ اس کے سرہانے موم بتی جل رہی تھی۔ خواب گاہ میں اور کوئی نہیں تھا۔

مکار پجاری نے رسہ اندر کی طرف لٹکا دیا اور دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بڑے ہی آرام کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ تھائیں ایسی گہری نیند سو رہی تھی کہ اسے ذرا سا احساس بھی نہ ہوا کہ قاتل اس کے پاس آن کھڑا ہوا ہے۔ پجاری

نے تھائیں کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس کے پاس وقت بہت کم تھا۔ ابھی اسے مورتی مندر میں جاکر مورتی کی آنکھوں سے دو سرخ لعل بھی چوری کرنے تھے۔ وہ یہ لعل ساتھ لے کر ملک چین کی طرف فرار ہو جانا چاہتا تھا۔ یہ اتنے قیمتی لعل تھے کہ پجاری ساری زندگی ایک عالی شان محل میں بادشاہوں کی طرح بسر کر سکتا تھا۔

پجاری نے آہستہ سے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا اور اسے نیام سے باہر کھینچ لیا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ تھائیں کی زندگی کا آخری وقت آگیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسے خبر ہی نہیں ہو رہی تھی کہ قاتل تلوار نکالے اس کے سرہانے کھڑا تھا۔ تھائیں نے خواب میں گہرا سانس بھر کر سر کو دوسری طرف ہلایا۔ پجاری سمٹ کر پردے کے پیچھے ہو گیا۔ تھائیں پہلو بدل کر پھر گہری نیند میں کھو گئی۔

اب اس کا وقت آگیا تھا۔ موت نے اس کی زندگی کے دن پورے کر دیئے تھے۔ پجاری نے تیز تلوار اٹھا کر تھائیں کی گردن کے اوپر رکھی اور پھر اس زور سے جھٹکا دیا کہ اس کی گردن کٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ اس کا سارا بستر خون سے بھر گیا۔ اس بے چاری نے آواز تک نہ نکالی اور مر گئی۔ پجاری جلدی سے روشندان

میں سے ہو کر باہر کود گیا۔ اس نے دیو داسی سے اپنا انتقام لے لیا تھا۔

اب صرف لعل کی چوری باقی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تیز رفتاری کے ساتھ مورتی مندر میں آ گیا۔ گھوڑے کو دور ایک درخت کے ساتھ باندھ کر وہ مندر میں داخل ہو گیا۔ اس کے لئے مندر کا چپہ چپہ جانا پہچانا تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا اسے معلوم تھا کہ مورتی کی آنکھوں میں کدھر سے راستہ جاتا ہے۔ دونوں سرخ لعل مورتی کی آنکھوں میں لگے تھے۔ مورتی کے اندر داخل ہو کر وہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگا جو مورتی کے بازوؤں کے اندر سے ہوتی ہوئی اس کی گردن اور پھر آنکھوں کے پیچھے تک چلی گئی تھیں۔

سیڑھیوں میں گھپ اندھیرا تھا۔ پجاری نے مشعل روشن کر کے ہاتھ میں پکڑ لی۔ مشعل کی روشنی میں وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا راستے میں جگہ جگہ مکڑیوں نے جالے بن رکھے تھے۔ مگر یہ نازک جالے تھے جنہیں پجاری اپنی تلوار سے کاٹتا چلا گیا۔ جب وہ سب سے اوپر مورتی کی آنکھوں کے پاس پہنچا تو اسے سرخ لعل چمکتے نظر آئے۔ مکار پجاری کی آنکھوں میں دولت

کی ہوس کی چمک پیدا ہوگئی۔ اس نے سب سے آخری زینے پر پاؤں رکھ کر ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور لپک کر مورتی کی آنکھوں کے کناروں کو پکڑ کر اس پر چڑھ گیا۔ اس نے باہر کی طرف جھانک کر دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا۔ مندر کے صحن کا چبوترہ چھوٹا سا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس وقت مورتی کے سب سے اوپر آنکھوں کے کناروں پر کھڑا تھا۔ اس نے مورتی کی آنکھوں میں سے لعل نوچنا شروع کر دیا۔ خنجر کی نوک سے مورتی کا چونا اترنے لگا۔

ابھی اس نے تیسری بار ہی مورتی کی آنکھوں میں خنجر مارا تھا کہ اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اس نے مورتی کی آنکھ کے کناروں کو تھامنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا اور ایک چیخ کے ساتھ نیچے گرنے لگا۔ ابھی وہ مورتی کے سینے کے پاس ہی پہنچا تھا کہ وہ مندر کے خوفناک آدم خور مکڑے کے جال میں گر کر الجھ گیا۔ جال کو جھٹکا لگا تو آدم خور مکڑا اپنے سوراخ سے باہر نکل آیا۔ اس کے جال میں شکار پھنس چکا تھا۔ پجاری اس کے جال میں الجھا ہوا تڑپ رہا تھا۔ وہ باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مگر جوں جوں وہ ہاتھ پاؤں چلاتا وہ اور زیادہ مکڑے کے جال میں الجھتا جاتا۔

مکڑا اپنی خوفناک آنکھوں کے ساتھ اپنے شکار کو تڑپتے دیکھ رہا تھا۔

وہ انتظار کر رہا تھا کہ اس کا شکار جال کی رسیوں میں اچھی طرح الجھ جائے تو وہ جا کر اسے ہڑپ کرنا شروع کر دے۔ مکار پجاری نے پوری کوشش کی کہ رسیوں سے باہر نکلے۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ آخر اس نے جادو کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے منہ کے پاس ہاتھ لے جا کر اوپر اٹھایا تو اس کے منہ سے آگ کے شعلے کی بجائے خون کا فوارہ باہر نکل آیا۔ تھائیں کے خون کا اس سے بدلہ لیا جا رہا تھا۔ اس نے بے گناہ عورت کو محض اپنے کلیجے کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے قتل کیا تھا اور قدرت نے اس کی تمام خفیہ طاقتوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے اسے ایک خونخوار آدم خور مکڑے کے حوالے کر دیا تھا۔

مکار قاتل پجاری جب ہاتھ پاؤں مار مار کر تھک گیا تو مکڑے نے آہستہ آہستہ اپنے شکار کی طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ وہ رسیوں کے ساتھ لٹکتا ہوا پجاری کے نیچے پہنچ گیا اور اس نے نیچے ہی نیچے اپنے منہ سے لمبی سوئی سی نکال کر مکار پجاری کے پیٹ میں

چبھو دی۔ سوئی کا پیٹ میں چبھنا تھا کہ مکار پجاری کے جسم میں گویا آگ سی لگ گئی۔ اس کے سارے جسم پر جیسے کسی نے دہکتے ہوئے کوئلے رکھ دیئے۔ اس نے چیخ مار کر تڑپنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ وہ حرکت نہ کر سکتا تھا۔ گلے سے آواز نہ نکال سکتا تھا۔ لیکن جسم کے جھلسنے سے اسے بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا گویا کوئی لوہے کے دہکتے سرخ چمٹے سے اس کے جسم کو داغ رہا ہے۔

اب مکڑے نے پجاری کے جسم کو آہستہ آہستہ کھانا شروع کر دیا۔ اس کے تیز دانت باہر نکل آئے۔ انہوں نے پجاری کے گوشت کو گردن پر سے کترنا شروع کر دیا۔ مکڑا پجاری کی گردن کا گوشت کھاتا کم اور کتر کتر کر نیچے بہت پھینک رہا تھا۔ پجاری کے جسم سے خون کے فوارے چل رہے تھے۔ درد سے اس کا دم خشک ہو رہا تھا۔ مگر مکڑے کے ٹیکے نے کچھ ایسا اثر کیا تھا کہ نہ تو وہ اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا اور نہ ہی اس کے گلے سے کوئی آواز نکل سکتی تھی۔ جبکہ درد کا احساس جسم کو پوری طرح ہو رہا تھا۔ یا تو یہ ہوتا کہ وہ بے ہوش ہو جاتا۔ مگر وہ بے ہوش نہیں تھا۔ پوری طرح ہوش میں تھا اور درد سے اس

کے جسم کی رگیں پھٹی جا رہی تھیں۔

مکڑے نے پجاری کی گردن پوری نہیں کھائی بلکہ آدھی کھا کر اور کچھ کتر کر نیچے پھینک کر چھوڑ دی۔ اگر وہ ساری گردن کھا جاتا تو کم از کم پجاری مر جاتا اور اسے تکلیف سے نجات مل جاتی۔ لیکن وہ زندہ تھا اور اب مکڑا اس کی پسلیوں پر سوار اس کے سینے کا گوشت کتر رہا تھا۔ مکڑے کے دانت نیزوں کی طرح پجاری کو اپنے سینے میں لگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے آدم خور خوفناک مکڑے کو سینے پر سوار اپنی پسلیوں کا گوشت کھاتے دیکھ رہا تھا مگر اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ہاتھ اٹھا کر اسے پرے پھینک دے۔

مکڑا برابر اس کا گوشت کھا رہا تھا۔ اس کا سینہ لہولہان ہو گیا اور اس کی پسلیاں نظر آنے لگیں تینوں پسلیوں کے اوپر سے گوشت چٹ کرنے کے بعد مکڑا اب پجاری کے بازو کی طرف آ گیا۔ اس نے اس کے دائیں بازو کو گولائی کی شکل میں کتر کر کاٹ دیا۔ دھپ سے پجاری کا کٹا ہوا بازو نیچے مندر کے فرش پر گر پڑا۔ بازو کے گرتے ہی اس پر لاکھوں کی تعداد میں سرخ چیونٹیوں نے حملہ کر دیا۔ جو پہلے ہی گوشت اور خون کی بو پا کر وہاں موجود تھیں۔ مکڑا

اب دوسرے بازو کو کترتے ہوئے اس کا گوشت کھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں پجاری کا دوسرا بازو بھی کٹ کر نیچے گر پڑا۔ اس پر بھی لاکھوں چیونٹیاں چمٹ گئیں۔

اب شدت سے پجاری کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں اس کا منہ اوپر سے پورا کھلا تھا مگر آواز بالکل نہ نکل رہی تھی۔ وہ ایک شدید عذاب میں مبتلا تھا۔ اب اس نے دیوتاؤں سے اپنی موت مانگنی شروع کر دی۔ مگر اُسے موت بھی نہیں آ رہی تھی۔ تھائیں خوش قسمت تھی کہ اسے پتہ بھی نہ چلا اور وہ مر گئی۔ لیکن اس کے قاتل کو مکڑا شدید عذاب دے دے کر ہلاک کر رہا تھا۔ پجاری کے دونوں بازو کتر کر نیچے گرانے کے بعد مکڑا اس کے چہرے پر رینگتا ہوا آ گیا اور اس نے اپنے تیز نوکیلے پنجے اس کے کانوں پر گاڑ کر اپنے نوکیلے دانتوں سے اس کی آنکھ کھرچنی شروع کر دی۔ پجاری کے بدن میں گویا سینکڑوں چھریاں چلنے لگیں۔ مکڑا بڑے آرام سے اس کی آنکھ کھرچ رہا تھا۔ آخر اس نے پجاری کا ڈیلا باہر نکال کر کلب جامن کی طرح نیچے گرا دیا۔ ایک آنکھ پھوڑنے کے بعد مکڑا دوسری آنکھ کی طرف آ گیا اور اس نے پجاری کی دوسری آنکھ کھرچنی شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مکڑے نے پجاری کی دوسری

آنکھ بھی نکال کر نیچے پھینک دی۔ نیچے لاکھوں کروڑوں بڑی بڑی چیونٹیاں جمع تھیں اور دھڑا دھڑ پجاری کے گوشت کو چٹ کر رہی تھیں۔ وہ اس کے بازوؤں کا سارا گوشت کھا چکی تھیں۔ اب انہوں نے آن کی آن میں دونوں آنکھیں ہڑپ کر لیں اور اوپر دیکھنے لگیں کہ اب اوپر سے کیا گرتا ہے؟۔

مکڑے نے اب پجاری کی ایک ٹانگ کاٹ کر نیچے پھینک دی۔ ٹانگ کا گرنا تھا کہ چیونٹیوں نے اس پہ بھی ہلہ بول دیا۔ وہ ساری کی ساری ٹانگ پر چمٹ گئیں اور جب تک دھپ سے دوسری ٹانگ نیچے گری وہ پہلی ٹانگ کا گوشت چٹ کر چکی تھیں۔ مکڑا پجاری کا پیٹ چاک کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس وقت تک پجاری درد کی شدت سے ہلاک ہو چکا تھا۔ ساری رات مکڑا مکار پجاری کی لاش کو کتر کتر کر کچھ کھاتا اور کچھ نیچے چیونٹیوں کے لئے پھینکتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو مکڑا اپنے سوراخ میں واپس جا چکا تھا اور اس کے خون آلود جال میں پجاری کی چند ایک ہڈیاں لٹک رہی تھیں۔

دوسرے دن سارے شہر میں شور مچ گیا کہ کسی نے دیوداسی کو سوتے میں قتل کر دیا ہے۔ اور پجاری کی لاش مورتی

کے اوپر مکڑی کے جال میں لٹکی ہوئی ہے ۔ اس قتل کا سب سے زیادہ افسوس عنبر کو ہوا۔ دیو داسی کی موت کا سارے شہر میں سوگ منایا گیا۔ پجاری کی بچی کھچی ہڈیوں کو جال میں سے نکال کر راجہ کے حکم سے کتوں کے آگے ڈال دیا گیا۔

دیو داسی کو پورے اہتمام کے ساتھ مندر کے صحن میں دفن کر دیا گیا۔ چار روز تک سارے شہر میں دیو داسی کا ماتم ہوتا رہا۔ راجہ اور عنبر نے سیاہ کپڑے پہن لئے تھے۔ عنبر کو بے حد دکھ ہوا تھا کہ بے چاری تھائیں آخر اس دنیا سے کنارا کر گئی۔ لیکن اسے اس بات سے تسلی بھی ہوئی کہ قدرت نے اس کے قاتل پجاری سے بھی بدلہ لے لیا اور وہ ایک انتہائی تکلیف دہ موت مرا۔ سات دنوں کے بعد سوگ ختم کر دیا گیا۔ دیو داسی کی قبر پر سونے کا چبوترہ بنایا گیا۔ سارے لوگ صبح شام اس کی پوجا کرتے۔ عنبر نے سوچا کہ اگر تھائیں عام حالات میں مرتی تو اسے یہ عزت کبھی نہ ملتی۔ پھر بھی اسے افسوس تھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

دوسری طرف راجہ کی بیماری بھی زیادہ خطرناک صورت اختیار کرنے لگی تھی۔ ناگن ملکہ اب جلد سے جلد

راجہ کو بھی اپنے زہر سے ہلاک کر دینا چاہتی تھی۔ آخر وہ
دن آگیا جس روز ناگن ملکہ نے اپنے بھائی سیاہ ناگ سے ملنے
جنگل میں جانا تھا۔ ناگن ملکہ نے اس روز بڑی مکاری سے
کام لیا۔ وہ ٹھیک وقت پر تیار ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئی
اور جنگل کی طرف روانہ ہو گئی۔ عنبر اور راجہ نے بھی اس کا
پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ شہر سے باہر نکل کر وہ جنگل میں آ گئے
جب ناگن ملکہ چٹان کے قریب پہنچی تو گھوڑے پر سے
اتری اور پتھر پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ عنبر اور راجہ
ایک درخت کے پیچھے چھپ کر یہ تماشہ دیکھنے لگے۔ عنبر
نے راجہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مکار ملکہ نے گہرا سانس
بھر کر اپنے ناگ کو ادھر آنے سے منع کر دیا۔ ناگ بالکل
نہ آیا۔ نہ ملکہ نے ناگن کا روپ بدلا۔ اس کی بجائے وہ
ہاتھ اٹھا کر دیوتاؤں سے دعا مانگنے لگی کہ اے دیوتاؤ!
میرے راجہ کی بیماری دور کرو۔ دعا مانگ کر وہ اٹھی
اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس محل کی طرف چلی گئی۔
اس کا تیر نشانے پہ بیٹھا تھا۔ راجہ نے عنبر سے کہا کہ
وہ جھوٹ بولتا تھا کہ ملکہ ناگن ہے بلکہ وہ تو اس کی
وفادار بیوی ہے کہ بے چاری راتوں کو جنگل میں آکر
اس کی صحت کی دعائیں مانگتی ہے۔

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ملکہ نے مکاری سے کام لیا ہے۔

وہ کسی مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔

خوف ناک چال

راجہ کو اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ عنبر نے اس کی ملکہ پہ ناگن ہونے کا شک کیا تھا۔

اس نے عنبر کی سرزنش کی اور کہا کہ آئندہ وہ کبھی اس کی چہیتی ملکہ کو ناگن نہ کہے۔ عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ خاموش رہے۔ اس دوران میں راجہ کی بیماری بڑھتی گئی۔ اس کے جسم میں خون زہر بنتا چلا گیا۔ آخر وہ بستر پہ پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے زیادہ گہرے ہو گئے اسے بھوک بھی لگنی کم ہو گئی۔ مہارانی کو بے حد فکر ہوا۔ اس نے عنبر سے مشورہ کیا۔ اس نے ملکہ کے بارے میں رانی کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ مہارانی کو یقین تھا کہ عنبر سچ کہتا ہے اور ملکہ سچ مچ کی ناگن ہے۔ لیکن سوال وہی ثبوت کا تھا۔ ان کے پاس ملکہ کو ناگن ثابت کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ مہارانی نے کہا۔

"تو کیا ہم راجہ کو ناگن کا شکار ہونے دیں؟ نہیں۔ ایسا

ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے جیون ساتھی اور سلطنت کے مالک کو مرنے نہیں دوں گی۔ دیوتاؤں کے لئے ایسے اس منحوس ناگن سے بچاؤ"

عنبر نے کہا

"مصیبت یہ ہے کہ ناگن ملکہ صرف پگھلے ہوئے سیسے میں ہی جل کر مر سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی راجہ کا اعتماد حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"تو پھر کوئی ترکیب سوچو بھائی۔ میں راجہ کو اس طرح سسک سسک کر مرتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"مہارانی آپ فکر نہ کریں میں کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور ڈھونڈ لوں گا۔ اتنا آپ کو کہے دیتا ہوں کہ آپ کا راجہ مرتا نہیں۔ مرے گی یہ ناگن ہی۔ اگر آج وہ کامیاب ہو گئی ہے تو کل وہ ضرور شکست کھا جائے گی۔"

عنبر صبح شام ترکیبیں سوچنے لگا جس سے وہ راجہ پر یہ ثابت کر سکے کہ ملکہ ناگن ہے۔ راجہ زیادہ بیمار ہو گیا تھا ناگن ملکہ منہ رکھنے کے لئے راجہ کی بڑی خدمت کر رہی تھی۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس کی سب سے وفادار اور خدمت گذار ملکہ ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ راجہ کے خون میں اپنا زہر شامل کر رہی تھی۔ اور اسے

ہلاک کر رہی تھی۔ ساری ساری رات عنبر حکمت اور طب کی کتابیں پڑھتا رہتا۔ وہ کوئی ایسا نسخہ تلاش کر رہا تھا جس کی مدد سے وہ ناگن ملکہ کو ہلاک کر سکے اور راجہ کو قائل کر سکے کہ ملکہ ناگن ہے انسان نہیں۔

راجہ بڑا کمزور ہو گیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر گھل رہا تھا۔ اس کی ہڈیاں نکلنا شروع ہو گئی تھیں۔ سوائے دودھ کے وہ کچھ بھی نہیں پی سکتا تھا۔ مہارانی کا غم کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ وہ بار بار عنبر کو کہلوا بھیجتی کہ راجہ کو بچانے کے لئے کچھ کرو۔ آخر ایک رات عنبر کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ وہ خوشی سے اٹھ کر سیدھا مہارانی کے پاس آیا بولا۔

"مہارانی! مجھے طریقہ مل گیا ہے۔ طریقہ مل گیا ہے"

"کونسا؟ کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو"

"بس یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا"

وہ وہاں سے سیدھا راجہ کے پاس پہنچا اور اس نے اسے جا کر کہا۔

"مہاراج! آپ کی بیماری کا علاج مجھے مل گیا ہے"

"وہ کیا ہے دیوتاؤں کے لئے جلدی کرو۔ میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے کوئی اندر سے ہولے ہولے جان ختم کر رہا ہے"

عنبر نے کہا۔

"مہاراج! میں صرف آپ کی اور مہارانی کی زندگی کی خاطر آخری بار آپ سے عرض کروں گا کہ جس طرح میں کہوں ویسے ہی عمل کریں۔"

"میں ویسے ہی کروں گا۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

عنبر نے کہا۔

"میں آپ کو ایک دوائی دوں گا۔ یہ دوائی آپ نے خود بھی پینی ہو گی اور ملکہ کو بھی پلانی ہو گی۔"

راجہ نے حیرانی سے کہا۔

ملکہ کو کس لئے پلانی ہو گی؟ بیمار تو میں ہوں ملکہ تو بیمار نہیں ہے۔ پھر اس کو دوائی کی کیا ضرورت ہے؟"

عنبر نے گذارش کی۔

"مہاراج! دیوتاؤں کے لئے میری بات میں دخل نہ دیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ برائے مہربانی اس پر عمل کریں۔ اس میں آپ کی زندگی اور آپ کی صحت کا راز ہے۔ اگر آپ نے اعتراض کرنا اور نکتہ چینی کرنی شروع کر دی تو آپ صحت یاب نہ ہو سکیں گے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کی زندگی بھی پھر تھوڑی ہی رہ جائے گی۔"

راجہ نے کہا۔

"کیا تم نے پھر میری ملکہ پر شک کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ ناگن ہے؟ عنبر! میں نے تمہیں کئی بار منع کیا تھا کہ وہ ناگن نہیں ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ وہ ناگن نہیں بلکہ میری وفادار ملکہ ہے۔"

عنبر بولا۔

"مہاراج! میں آخری بار آپ سے کہوں گا کہ اگر آپ نے میری باتوں پر عمل نہ کیا تو ایک مہینے کے اندر اندر آپ مر جائیں گے اور آپ کو کوئی نہ بچا سکے گا۔"

راجہ موت کے خیال سے کانپ گیا۔ اسے زندگی اور اپنی سلطنت اور تخت و تاج سے بڑا پیار تھا۔ اس کو جب عنبر نے موت سامنے دکھا دی اور کہا کہ وہ ایک مہینے کے اندر اندر مر جائے گا تو وہ سہم گیا اور بولا۔

"نہیں نہیں عنبر! میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے جس طرح کہو گے میں اسی پر عمل کروں گا۔ تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

میں آج آپ کو ایک عرق دوں گا۔ رات کو سونے سے پہلے آپ اس کی ایک خوراک پانی میں ملا کر خود پی لیں اور ایک خوراک پانی میں ملا کر ملکہ کو پلا دیں۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ ملکہ کو علم نہ ہو۔ آپ دوائی پینے کے بعد

یہ گولی چھپ کر منہ میں رکھ لیں. لیکن ملکہ کو یہ گولی بالکل نہیں دکھانی. ملکہ پر یہی ظاہر کرنا ہے کہ آپ سو رہے ہیں لیکن آپ نے جاگ کر چپکے سے یہ دیکھنا ہے کہ ملکہ پھر کیا کرتی ہے. جو کچھ آپ رات کو دیکھیں صبح مجھے بتا دیجئے گا اس کے بعد آپ کا علاج شروع ہوگا!"

راجہ نے کہا۔

"تو کیا میں ملکہ کو بالکل نہ بتاؤں کہ اسے دوائی ملا کر پانی پلا رہا ہوں؟"

" بالکل نہیں بتانا مہاراج! نہیں تو آپ زندہ نہ بچ سکیں گے!"

راجہ نے وعدہ کر لیا کہ وہ ملکہ سے ہر بات چھپائے گا۔ چنانچہ رات کو ملکہ اور راجہ خواب گاہ میں آ گئے۔ راجہ بستر پر بیمار پڑا تھا اور ملکہ اس کا سر دبا رہی تھی. عنبر نے اس پانی کی سراحی میں سوراخ کر دیا تھا جو ملکہ اور راجہ کے کمرے کے اندر رکھی جاتی تھی۔ ملکہ کی آنکھ بچا کر راجہ نے ملکہ کے پانی کے گلاس میں دوائی ملا دی۔ ایک گلاس میں دوائی ملا کر خود پی لی۔ اس کے بعد راجہ نے عنبر کی دی ہوئی گولی منہ میں رکھ لی. اس بات کا ملکہ کو کچھ علم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد راجہ نے جھوٹ موٹ یہ ظاہر کیا کہ وہ سو گیا ہے۔

وہ جان بوجھ کر عنبر کی ہدایت کے مطابق خراٹے لینے لگا
ملکہ کو بھی نیند آنے لگی تھی۔ وہ بھی اپنی مسہری پر سو گئی
عنبر نے جو دوائی راجہ اور ملکہ کو پلائی تھی۔ اس کا اثر یہ
تھا کہ وہ پیاس بہت لگاتی تھی۔ راجہ کو تو عنبر نے گولی کھلا دی
تھی۔ جس کی وجہ سے پیاس نہیں لگتی تھی۔ لیکن ملکہ نے
گولی نہیں کھائی تھی۔ اس نے صرف دوائی ہی کھائی تھی۔
چنانچہ آدھی رات کو ملکہ کو سخت پیاس لگی وہ مسہری پر
سے اٹھی اور اس نے گلاس لے کر صراحی میں سے پانی
انڈیلنا چاہا۔ مگر صراحی میں عنبر نے پہلے ہی سے سوراخ کر دیا
تھا جس کی وجہ سے سارا پانی بہہ گیا تھا اور صراحی خالی ہو چکی
تھی۔ باہر سے عنبر نے دروازے پر تالا لگا دیا تھا۔ ملکہ نے
جب دیکھا صراحی میں پانی بالکل نہیں ہے تو وہ بڑی پریشان
ہوئی۔ باہر سے دروازہ بھی بند تھا۔

پیاس کی وجہ سے اس کا گلا خشک ہونے لگا۔ ایسی
شدت کی پیاس لگی جیسے وہ صحرا کی دھوپ میں سفر کر رہی
ہو۔ وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی کہ
پانی کہاں سے پیئے۔ راجہ چوری آنکھ سے اس کی ساری
بے چینی دیکھ رہا تھا۔ مگر ظاہر یہی کر رہا تھا کہ وہ سو رہا
ہے۔ ملکہ پیاس کے مارے تڑپنے لگی۔ آخر اس کے دماغ

میں ایک ہی ترکیب آئی کہ وہ سانپ بن کر نالی کے راستے باہر جائے اور باہر سے پانی پی کر پھر اندر آ کر ملکہ بن کر لیٹ جائے۔ اس نے آگے بڑھ کر راجہ کو غور سے دیکھا۔ راجہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں اور زور زور سے خراٹے لینے لگا۔

جب ملکہ کو یقین ہو گیا کہ راجہ گہری نیند سو رہا ہے تو وہ کمرے کے درمیان میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے گہرا سانس بھرا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ پلک جھپکنے میں وہ ملکہ سے ناگن بن گئی۔ راجہ ایک آنکھ کھولے یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب ملکہ کو ناگن بنتے دیکھا تو لیٹا لیٹا کانپ کر رہ گیا۔ تو عنبر ٹھیک کہتا تھا کہ ملکہ ناگن ہے اس کے سامنے اس کی ملکہ ناگن یعنی سانپ بنی اور فرش پر رینگتے ہوئے کمرے کی نالی میں سے باہر نکل گئی۔ راجہ کو معلوم تھا کہ وہ پانی پینے باہر گئی ہے وہ لیٹے لیٹے ملکہ کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

باہر آ کر ناگن نے باغ کی طرف چلنا شروع کر دیا باغ میں ایک چھوٹا سا پانی کا حوض تھا جہاں سے لوگ پانی وغیرہ لیتے تھے۔ ناگن نے اس حوض پر جا کر اپنا منہ پانی میں ڈال کر جی بھر کر پانی پیا اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل

پڑی۔ محل میں کسی معلوم نہ تھا کہ ان کی ملکہ اس وقت سانپ بنی باغ میں سے رینگتی ہوئی محل کی طرف جا رہی ہے۔ کمرے کے باہر آ کر وہ اس نالی میں داخل ہو گئی جو اندر جاتی تھی۔

اندر مسہری پر راجہ ایک آنکھ کھولے غور سے نالی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک نالی میں سانپ کا منہ نمودار ہوا پھر سانپ نالی میں سے رینگتا ہوا اندر آ گیا اور کمرے کے فرش پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ راجہ یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر اچانک سانپ کی جگہ ملکہ نمودار ہو گئی۔ ملکہ آہستہ سے فرش پر سے اٹھی اس نے راجہ کے پلنگ کے پاس آ کر اس پر جھک کر غور سے دیکھا کہ کیا وہ سو رہا ہے؟ راجہ جھوٹ موٹ کے خراٹے لے رہا تھا۔ جب ملکہ کو اطمینان ہو گیا کہ راجہ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ سانپ بن کر پانی پینے نالی کے راستے باہر گئی تھی تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ پانی پی کر اس کی طبیعت بحال ہو گئی تھی چنانچہ وہ اپنے پلنگ پر جا کر بڑے سکون کے ساتھ لیٹ گئی۔

راجہ کو تو پھر ساری رات نیند نہ آ سکی وہ یہی سوچتا رہا کہ اس نے ایک سانپ سے شادی کر رکھی تھی؟ تو کیا ملکہ ناگن تھی؟ کیا یہی اس کی بیماری کی اصل وجہ تھی؟

عنبر بالکل سچا تھا۔ اس نے تو پہلے روز ہی کہہ دیا تھا کہ ملکہ ناگن ہے اور اس کا زہر راجہ کے جسم میں پھیلنے لگا ہے۔ راجہ کے دل میں عنبر کی قدر بڑھ گئی اور اسے پلنگ سے خوف آنے لگا۔ جس پر ملکہ لیٹی ہوئی تھی۔ راجہ سوچنے لگا کہ اس ملکہ سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے؟ پھر اس نے سوچا کہ اس کا طریقہ بھی عنبر ہی نکالے گا۔ باقی ساری رات راجہ نے آنکھوں ہی میں کاٹ دی۔ دہشت کی وجہ سے اسے بالکل نیند نہ آ سکی۔ کسی وقت اسے یوں محسوس ہوتا کہ ابھی ملکہ سانپ بن کر اس کے بستر پر آ جائے گی اور اسے کاٹ کر ہلاک کر دے گی۔ کبھی وہ ادھ کھلی آنکھ سے ملکہ کے پلنگ پر تکنے کی کوشش کرتا کہ وہ ناگن تو نہیں بن گئی؟ اسی ادھیڑ بن میں رات گذر گئی۔

عنبر شاہی محل میں راجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ملکہ غسل کرنے اور بناؤ سنگار کرنے کے لئے چلی گئی تو عنبر راجہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ راجہ پر دہشت طاری تھی۔ عنبر نے رات کی داستان پوچھی کہ کیا ہوا۔ راجہ نے بتایا کہ اس کی ملکہ ناگن ہے۔ وہ سانپ بن کر کمرے کی نالی میں سے باہر گئی اور پانی پی کر پھر واپس آ گئی۔ عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میں رات کو باہر پانی کے حوض کے پیچھے پر موجود تھا۔ میں

نے خود اسے پانی پیتے دیکھا ہے۔"
راجہ نے کہا۔
"دیوتاؤں کے لئے مجھے اس ناگن سے بچاؤ۔ یہ تو مجھے مار کر ہی دم لے گی"۔
عنبر نے مہارانی کو بھی وہیں بلا لیا اور راجہ نے اسے بھی ساری کہانی سنائی اور کہا کہ ملکہ ناگن ہے۔ راجہ نے کہا اسے ابھی تلوار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔
عنبر نے کہا۔
"اے راجہ! یہ ناگن تلوار سے نہیں مرے گی۔ یہ پھر سے زندہ ہو جائے گی۔
راجہ نے پوچھا۔
"پھر اس بلا سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جائے"؟
"اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ شہر سے باہر ایک بہت بڑا گڑھا کھدوایا جائے۔ اس گڑھے میں ملکہ کو دھکا دے کر گرا دیا جائے اور اوپر سے اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا جائے"۔
"میں آج ہی حکم دیتا ہوں کہ شہر سے باہر ایک گڑھا کھدوا جائے"۔
مہارانی نے کہا۔

"کیا ملکہ کو شک نہیں پڑے گا کہ آخر یہ گڑھا کس لئے کھودا جا رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"ہم یہ مشہور کر دیں گے کہ راجہ شہر سے باہر ایک نئے مندر کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب گڑھا کھد کر تیار ہو جائے تو راجہ رسم ادا کرنے ملکہ کے ساتھ آئے۔ تانبا اس کے لئے پاس ہی پگھلنے کے لئے رکھ دیا جائے گا کہ مندر کی بنیادوں میں بھرا جائے گا۔"

راجہ کو عنبر کی یہ ترکیب پسند آئی۔

راجہ نے اسی روز حکم دے دیا کہ چونکہ وہ بیمار رہے۔ اور اس کی بیماری لمبی ہو رہی ہے۔ اس لئے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے وہ شہر سے باہر ایک نئے مندر کی بنیاد رکھے گا۔ فوراً مزدوروں نے کام شروع کر دیا۔ ایک ہفتے کی شب و روز محنت کے بعد کافی گہرا گڑھا کھود ڈالا گیا۔ گڑھے کے پاس ہی ایک بہت بڑے کڑھاؤ میں تانبا پگھلنے کے لئے رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے نیچے ایک ہفتہ آگ جلتی رہی اور وہ آٹھویں روز پگھل کر پانی کی طرح ہو گیا اور ابلنے لگا۔

اب ہر ایک شے تیار تھی۔

راجہ نے اعلان کیا کہ مندر کی بنیادوں میں تانبا بھرنے کی رسم شام کو ادا کی جائے گی۔ شام کے وقت راجہ سواری میں اپنی ملکہ اور مہارانی کے ساتھ بیٹھ کر گڑھے کے پاس آگیا اس بات کا خاص طور پر اعلان کر دیا گیا تھا کہ نجومیوں کے کہنے کے مطابق یہ رسم راجہ اکیلے ہی ادا کرے گا۔ چنانچہ وہاں آنے کی کسی کو اجازت نہیں ہو گی۔ ٹھیک شام کے وقت راجہ، عنبر، مہارانی اور ملکہ کے ساتھ گڑھے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

اس نے گڑھے میں جھانک کر دیکھا۔ یہ ایک گہرا کنواں سا بنا ہوا تھا۔ اس کے کنارے پر ایک کڑھاؤ میں پگھلا ہوا تانبا کھول رہا تھا۔ مہارانی نے راجہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر کہا۔

"مہاراج! مندر کی بنیاد رکھنے کی رسم ادا کی جائے۔"

راجہ نے کہا:

"مہارانی! تم کو یہ بات اگرچہ بری لگے گی مگر میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے اپنی تمام رانیوں میں سے اپنی ملکہ سب سے بے حد پیار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس مقدس مندر کی بنیاد میری چہیتی ملکہ کے ہاتھوں پڑے چنانچہ میں اعلان کرتا ہوں کہ مندر کی رسم میری ملکہ ادا کرے گی۔"

عنبر نے کہا۔

"اے راجہ! میری گذارش ہے کہ مندر کی رسم آپ خود ادا کریں۔ کیوں کہ شروع سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ نئے مندروں کی بنیا ہمیشہ راجاؤں نے خود رکھی ہے۔"

عنبر دراصل ملکہ کو ایکا کرنا چاہتا تھا۔ یہی ہوا جس کا عنبر کو شبہ تھا۔ ملکہ عنبر کی اس بات پر غصے میں آگئی اور بولی۔

"تم کون ہوتے ہو شاہی معاملات میں دخل دینے والے؟ جب راجہ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مندر کی رسم اس کی ملکہ کے ہاتھوں ادا ہوگی تو پھر اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔"

راجہ نے اپنے گلے سے پھولوں کی مالا اتار کر اپنی ناگن ملکہ کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ملکہ ٹھیک کہتی ہے عنبر! ہمارے فیصلے پر اعتراض کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہ رسم ہماری ملکہ ہی ادا کرے گی۔"

عنبر نے جھک کر کہا۔

"جو حکم مہاراج۔"

اس پر مہارانی نے سوچی سمجھی سکیم کے مطابق روتے ہوئے کہا۔

"کیا مہاراج کو اب مجھ سے اتنا سا بھی لگاؤ نہیں رہا کہ وہ اس مندر کی رسم میرے ہاتھوں ادا کرائیں؟ کیا میں ان کے دل سے بالکل ہی اتر گئی ہوں"؟

ناگن ملکہ نے تنک کر کہا۔

کبھی تم نے اپنی شکل پر بھی غور کیا ہے؟ تو اب بوڑھی ہو گئی ہے۔ تیرا کوئی کام نہیں کہ تو سلطنت کے کاموں میں دخل دے اب سلطنت پر میرا حق ہے۔ میں راجہ کی چہیتی ملکہ ہوں اور مندر کی رسم میں ہی ادا کردں گی کیوں مہاراج"؟

" ہاں ملکہ! یہ رسم تمہارے ہاتھوں سے ہی ادا ہوگی عنبرا! رسم شروع کی جائے"!

"جو حکم مہاراج"!

ہمالہ کا ناگ پھنی

عنبر نے پھولوں کی ٹوکری ملکہ کے ہاتھوں میں دے کر کہا۔
"اے ملکہ ان پھولوں کو گڑھے میں گرا دیں"۔
ملکہ ناگن کو ایک لمحے کے لئے بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ یہ سب کچھ اس کو پھانسنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ وہ اس پر ہی بہت خوش تھی کہ راجہ مہارانی کی بجائے اس کے ہاتھوں مندر کی رسم ادا کروا رہا ہے۔ اس نے پھولوں کی ٹوکری دونوں ہاتھوں میں تھامی اور گڑھے کے کنارے پر آکر کھڑی ہو گئی۔ عنبر اس کے پاس ہی کھڑا تھا وہ اسی لمحے کا منتظر تھا۔ جونہی ناگن ملکہ نے جھک کر پھولوں کی ٹوکری گڑھے میں پھینکی۔ عنبر نے دونوں ہاتھوں سے ملکہ کو گڑھے میں دھکا دے دیا۔ ایک چیخ کی آواز کے ساتھ ناگن ملکہ گہرے اندھے گڑھے میں گر پڑی۔ عنبر نے ایک پل ضائع کئے بغیر کھولتے ہوئے تانبے کے کڑھاؤ کے نیچے سے اینٹیں کھسکا دیں۔ جس سے کڑھاؤ کا جھکاؤ گڑھے کی طرف ہو گیا اور سارے کا سارا کھولتا ہوا پگھلتا ہوا تانبا نیچے

گڑھے میں بہہ گیا۔ نیچے سے ملکہ کی ایک اور چیخ کی بھیانک آواز آئی اور پھر ایک آواز آئی جیسے کوئی بہت بڑا اژدھا پھنکاریں مار رہا ہو۔

عنبر اور راجہ نے جھک کر دیکھا کہ ملکہ سانپ کے روپ میں پگھلے ہوئے تانبے میں پتھر بن چکی تھی۔ مہارانی بھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ گڑھے میں ملکہ کی جگہ ایک سانپ تھا جو کھولتے ہوئے تانبے میں سبز رنگ کا پتھر بنا ہوا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"مہاراج! اب یہ ناگن ہمیشہ کے لئے مر چکی ہے۔ اب یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور آپ ایک ہفتے کے اندر اندر اچھے ہو جائیں گے۔"

راجہ نے اور مہارانی نے عنبر کا شکریہ ادا کیا کہ محض اس کی عقل مندی کی وجہ سے راجہ کی جان بچ گئی۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس آگئے اور مزدوروں کو حکم دیا گیا کہ گڑھے کو پُر کر دیں۔ مہارانی، راجہ اور عنبر محل میں آگئے۔

انہیں بالکل خبر نہیں تھی کہ ٹھیک اس وقت جبکہ ناگن ملکہ کی چیخ بلند ہوئی تھی تو شہر سے دور جنگل میں کھوہ کے اندر لیٹے ہوئے سانپ نے اپنا پھن اوپر اٹھا لیا تھا۔ اس نے اپنی ناگن کی چیخ کی آواز سن لی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا

کہ اس کی ناگن کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنی کھوہ سے باہر نکلا اور شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ وہ اپنی ناگن کی بو پاتا ہوا۔ اس مقام پر آ گیا جہاں اس کی ناگن کو گڑھے میں دفن کر دیا گیا تھا۔ ناگ بڑی بے چینی کے ساتھ گڑھے کے اردگرد چکر لگانے لگا۔ وہ رات بھر اس گڑھے کے گرد چکر لگاتا رہا۔ دن نکلا تو وہ قریب کی جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

اصل میں یہ ہمالہ کا ناگ پھنی تھا۔ اس کو زندہ رہتے ہوئے سال ابھی نہیں گذر رہے تھے۔ دو سو برس ہونے میں ابھی ایک سال باقی تھا۔ ایک سال کے بعد اس کے اندر بھی وہ طاقت پیدا ہونے والی تھی کہ وہ جب اور جس وقت چاہے آدمی کی شکل اختیار کر لے۔ لیکن اس سے پہلے وہ اپنی ناگن کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ مگر گڑھے کے پاس چونکہ عنبر نے ناگن کو دھکا دیا تھا۔ اس لئے اس کے کپڑوں کے ساتھ ناگن کی بو لگ گئی تھی۔ ناگ پھنی اس بُو کے پیچھے پیچھے میدان میں سے گذرتا شاہی محل کی طرف آ گیا۔

اتنی دیر زندہ رہنے کے بعد ناگ پھنی کی عقل بہت تیز ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی نے اسے محض سانپ

سمجھ کر ہلاک کر دیا تو اس کی اتنے برسوں کی محنت خاک میں مل جائے گی اور اس کا سانپ سے انسان بننے کا خواب ادھورا رہ جائے گا۔ اس لئے وہ بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ شاہی محل کو جانے والے ایک نالے میں سے ہوتا ہوا وہ اس باغ میں پہنچ گیا۔ جس کے اندر عنبر کا گھر تھا۔ یہاں سے ناگ پھنی کو اپنی ناگن کی بو بڑی تیز محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی ناگن کا قاتل اسی مکان میں رہتا ہے۔ ناگ پھنی باغ کے ایک درخت تلے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اور رات کے اندھیروں کے پھیلنے کا انتظار کرنے لگا۔

اب رات کافی گہری ہو گئی تھی۔

محل کے سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ صرف پہرے دار جاگ کر محل کی سیڑھیوں اور دروازوں پر پہرہ دے رہے تھے۔ راجہ بھی سو رہا تھا۔ مہارانی بھی اس کی تیمار داری کرنے کے بعد گہری نیند میں کھو چکی تھی۔ عنبر ابھی ابھی سویا تھا۔ ناگ پھنی سانپ محل کی دیوار پر سے رینگتا ہوا اندر صحن میں داخل ہو گیا۔ اسے عنبر کے کمرے تک پہنچنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ

اپنی ناگن کی بو پر تعاقب کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو عنبر کے جسم کے ساتھ لگی تھی۔ کیونکہ اس نے اسے گڑھے میں دونوں ہاتھ لگا کر دھکا دیا تھا۔ سانپ عنبر کے بند کمرے کے باہر ادھر ادھر چکر لگانے لگا۔

اسے اندر جانے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آخر اسے وہ نالی نظر آ گئی جو عنبر کے کمرے کے اندر جا رہی تھی۔ سانپ پہرے دار کی نظر بچا کر اس نالی کے ذریعے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ہر شے بڑے قرینے سے لگی تھی۔ دیوار پر ریشمی پردے گرے تھے۔ اندر ناگن کی بو بڑی تیز تھی اور یہ بو اس پلنگ پر سے آ رہی تھی جس پر عنبر سویا ہوا تھا۔ سانپ کمرے کے قالین پر رینگتا ہوا عنبر کی مسہری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سرہانے کی طرف جا کر اپنا خوف ناک پھن پھیلا دیا اور سوئے ہوئے عنبر کے چہرے کو پھنکار مار کر دیکھا۔

عنبر کے جسم سے ناگن کی بُو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اسی شخص نے اس کی ناگن کو ہلاک کیا ہے۔ ناگ پھنی نے زبان نکال کر زور سے پھنکار ماری۔ اس کی پھنکار کی آواز کے ساتھ ہی عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنے چہرے پر اسی ناگ

کو پھن پھیلائے جھکے ہوئے دیکھا جو جنگل میں بکری کے اوپر سوار ہو کر آیا تھا اور ناگن ملکہ کے ساتھ مل کر کھیلا کرتا تھا۔ عنبر صاف سمجھ گیا کہ اس کے جسم سے ناگن کی جو بو آ رہی ہے۔ ناگ اسی کی تلاش میں اس سے ناگن کے قتل کا بدلہ لینے آیا ہے۔ اس نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی۔ وہ سانپ کے ڈسنے کا انتظار کرنے لگا۔ ناگ پھنی کو بالکل احساس نہیں ہو رہا تھا کہ عنبر جاگ پڑا ہے اور اسے تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر دیکھ رہا ہے۔ اس نے جھک کر عنبر کی گردن پر ڈس دیا۔ ایک بار ڈس کر وہ پیچھے ہٹا اور دوسری بار پھر ڈس دیا۔ جب تیسری بار ناگ نے عنبر کو ڈسا تو اس نے ہاتھ کا جھپٹا مار کر ناگ پھنی کو گردن سے دبوچ لیا۔

ناگ پھنی کو انسان کا روپ بدلنے میں چونکہ پانچ چھ مہینے کا عرصہ رہ گیا تھا اس لئے اس کے اندر انسان کی عقل آ گئی تھی اور وہ انسان کی گفتگو کو بھی سمجھنے لگا تھا۔ عنبر کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ ناگ پھنی بے حد بوڑھا ہے۔ مگر اسے اس کا علم نہیں تھا کہ وہ ابھی انسان کا روپ دھار سکتا ہے یا نہیں۔ عنبر نے سانپ کی گردن پکڑ کر کہا۔

"میں جانتا ہوں تم اپنی ناگن کا بدلہ لینے آئے ہو۔ مگر تم غلط آدمی کے پاس آئے ہو۔ اب جبکہ تم مجھے تین بار ڈس چکے ہو اور اپنا مہلک زہر میرے خون کے اندر شامل کر چکے ہو تو تمہیں علم ہو گیا ہو گا کہ مر نہیں سکتا۔ وگرنہ تمہارے زہر نے اب تک میرے جسم کو نیلا کر کے مردہ بنا دیا ہوتا"

سانپ نے عنبر کی آواز سن لی تھی اور وہ واقعی حیران تھا کہ عنبر پر اس کے زہر کا کوئی اثر کیوں نہیں ہوا۔ پچھلے دنوں اس نے جنگل میں ایک آدمی کو کاٹا تھا تو وہ اس کے کاٹنے کے فوراً بعد دھڑام کر کے زمین پر گر پڑا تھا۔ اور اس کے سارے جسم سے نیلے رنگ کا خون جاری ہو گیا تھا اور وہ مر کر پتھر ہو گیا تھا۔ لیکن عنبر کو اس نے تین بار کاٹا تھا لیکن اس پر اس کے زہر کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ تو اسی طرح اس سے باتیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ تو کیا وہ بھی کوئی سانپ ہے۔ جس نے دو سو برس زندہ رہنے کے بعد یہ طاقت حاصل کر لی ہے کہ وہ انسان کے روپ میں ظاہر ہو کر زندہ رہے؟ سانپ اس سے بات تو نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اس کی باتیں ضرور سن سکتا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"میں تمہیں اب آزاد نہیں کروں گا۔ میں تمہیں اپنے ایک مرتبان میں قید کر کے رکھوں گا۔ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنی ناگن کا انتقام راجہ اور رانی سے بھی لو گے کیونکہ مجھ سے انتقام لینے میں تم ناکام ہو گئے ہو!"

ناگ پھنی قید کئے جانے کے خیال سے کانپ اٹھا۔ وہ زور سے تڑپا۔ اس خیال سے کہ شاید وہ اپنے آپ کو عنبر کی گرفت سے آزاد کرا لے اور وہاں سے بھاگ جائے۔ مگر عنبر کی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ اس نے سانپ پوری طرح قابو میں کر لیا تھا۔ اس نے مسہری سے اٹھ کر ایک مرتبان کے منہ سے پتھر کا ڈھکنا اٹھایا اور سانپ کو اس کے اندر ڈال کر اوپر سے پتھر کا ڈھکنا رکھ دیا۔

"بس اب تم ساری زندگی اسی مرتبان میں گزارو گے اور ہم میں سے کسی کا کوئی نقصان نہ کر سکو گے۔ تمہاری ناگن نے راجہ پر ظلم کیا تھا وہ اسے ہلاک کر رہی تھی۔ میں نے اس سے پہلے کہ وہ ہلاک کرتی اسے ہلاک کر دیا!"

عنبر دوبارہ مسہری پر لیٹ گیا۔

صبح اٹھ کر اس نے راجہ یا مہارانی کو سانپ کے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اسی روز

شاہی جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ شمال کے ملک سے یاجوج قوم کا ایک بہت بڑا لشکر تبت پر حملہ کرنے چلا آرہا ہے۔ راجہ پریشان ہوگیا۔ اس نے اسی وقت عنبر کو دربار میں طلب کیا اور تازہ صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ جس ہُن قوم کی وحشی ملکہ نے تبت پر حملہ کرنا تھا اس نے تو حملہ نہ کیا اور یہ یاجوج قوم کی فوج کہاں سے آگئی؟ اس نے جاسوس کو بلا کر پوچھا۔

"کیا تم نے اپنی آنکھوں سے یاجوج قوم کی فوج کو دیکھا ہے"؟

"جی ہاں حضور! میں نے بلکہ دو تین پڑاؤ تک اس فوج کے ساتھ ایک تاجر بن کر سفر بھی کیا ہے۔ اس فوج کا ایک زرد رنگ کا چپٹی ناک والا خونخوار سالار ہے جو ہر روز ایک بکرے کو بھون کر ناشتہ کرتا ہے۔ اس کی طاقت کا یہ حال ہے کہ ایک روز میرے سامنے اس نے ایک ہاتھی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر زمین پر بیٹخ دیا اور اس کا کچومر نکال دیا"۔

"اس کا نام گومیز ہے حضور! اور وہ جب بولتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے پہاڑ پر سے بڑے بڑے پتھر نیچے گر رہے ہوں۔ اس کی ملکہ بھی ساتھ تھی مگر راستے میں ہی

اس نے ملکہ سے ناراض ہو کر اسے قتل کر کے اپنے پالتو چیتے کو کھلا دیا"۔

مہارانی کانپ اٹھی۔

"اتنا ظالم ہے وہ آدمی"

"ہاں مہارانی صاحبہ! میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اسے ایک ایک دن میں پچاس پچاس دشمن کے قیدیوں اور غلاموں کو ہلاک کرتے دیکھا ہے۔ انسان کو قتل کرنا تو اس کے لئے ایسا ہے جیسے کسی چیونٹی کو مسل دیا"

راجہ نے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ اس کے پاس ہتھیار کون کون سے ہیں"؟

"اس کے پاس تلواریں ہیں۔ نیزے ہیں۔ بھالے ہیں۔ تیر کمان ہیں اور ایک نیا ہتھیار بھی ہے"

عنبر نے پوچھا۔

"وہ نیا ہتھیار کون سا ہے"؟

جاسوس بولا

"یہ نیا ہتھیار ایک ایسی توپ ہے جو آگ پھینکتی ہے اس کی آگ سے سپاہی جل مرتے ہیں اور خیموں میں تباہی پھیل جاتی ہے"

عنبر نے کہا۔

"اس وقت یاجوج کی فوج تمہارے خیال میں کس مقام پہ ہو گی؟"

"جہاں تک میرے اندازے کا تعلق ہے اس وقت یاجوج والوں کی فوج تبت سے چھ روز کی پیدل مسافت پر ہو گی۔ اگر گومیرا اسی طرح فوج کو آگے بڑھاتا چلا آیا تو وہ آج سے ٹھیک چھ روز بعد تبت کی سرحدوں میں گھس آئے گا۔"

راجہ نے کہا۔

"ہم یاجوج کی فوج کو کبھی اپنی سرحدوں میں گھسنے نہیں دیں گے۔ ہم کٹ مریں گے۔ مگر اپنا ملک اور اپنے ملک کے عوام دشمن کے حوالے نہیں کریں گے۔ تم اب جا سکتے ہو۔"

راجہ نے جاسوس کو وہاں سے بھجوا دیا۔ اس کے بعد اس نے مہارانی کو بھی کہا کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرے۔ اب کمرے میں راجہ اور عنبر اکیلے رہ گئے تھے۔ راجہ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ اس کی فوج بہت تھوڑی اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ آج تک کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑی تھی۔ اسے لڑائی کا تجربہ بھی نہیں تھا۔ پھر وہ یاجوج کی وحشی اور خونخوار فوج کا کس طرح سے مقابلہ کر سکتی تھی۔ راجہ نے عنبر سے پریشان ہو کر کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یاجوج کا لشکر تبت کی سرحدوں پہ پہنچ گیا تو میں اپنی مٹھی بھر اور ناتجربہ کار فو... کے ساتھ اس کا مقابلہ کیسے کر سکوں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تبت کی فوج بے حد... معمولی فوج ہے۔ اس کے سپاہیوں کو کسی قسم کی جنگ... کوئی تجربہ نہیں ہے اور ہماری فوج میں سوائے تیر کما... اور تلواروں کے اور کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ ایسی صورت میں ہم یق... یاجوج کی فوجوں سے شکست کھا جائیں گے اور پھر ا... ملک کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا جو میں کسی صور... بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

راجہ بہت پریشان تھا۔ وہ بالکل سچا پریشان تھا... عنبر سے بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ اسے کوئی ایسا مشو... دے جس سے اس کا ملک دشمن کی بربادی سے بچ جا... اور وہ دشمن کو شکست بھی دے دے۔ عنبر نے را... سے کہا۔

"مہاراج! یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں... ہم یاجوج کی فوج کو شکست بھی دے دیں اور ہما...

ملک تباہی سے بھی بچ جائے۔ اس لیئے کہ یا تو ہم اپنے دشمن کو شکست دیں گے اور یا پھر ملک کو برباد ہونے سے بچائیں گے۔"

"مگر یہ کیسے ہوگا؟ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ ہے جو ہمیں تباہی اور ذلت سے محفوظ رکھ سکے"؟۔

عنبر نے خوب سوچ سمجھ کر کہا۔

"اس کے سوا اور کیا منصوبہ ہو سکتا ہے مہاراج کہ یاجوج کے خونخوار لشکر کا مقابلہ کرنے کی بجائے گومیز کے ساتھ صلح کی بات کی جائے۔"

راجہ سوچنے لگا۔ عنبر کی یہ بات اس کے دل کو لگی تھی۔

"لیکن عنبر! دشمن جب سر پہ پہنچ چکا ہو اور حملہ کرنے کے لئے تیار ہو تو پھر وہ صلح اپنی شرطوں پر کرتا ہے۔ یاجوج فوج کا لشکر لے کر گومیز ہماری سرحدوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر وہ ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہوگا۔ اگر ہم نے اس وقت صلح کی بات کی تو ظاہر ہے کہ ہم اس سے ڈر کر صلح کریں گے اور گومیز پھر اپنی من مانی شرطیں منوائے گا۔"

"ایسا تو ہوگا ہی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس قسم کی

شرطیں ہمارے سامنے رکھے گا۔"
راجہ نے کہا۔
"وہ ضرور اپنا آدمی تبت کے تخت پر بٹھائے گا اور مجھے اس کا غلام بنا کر رکھ دے گا۔ وہ تبت کے سارے خزانے کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ وہ تبت کے پرانے مندروں کا سارا سونا اور ہیرے جواہرات سمیٹ لے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ صلح کے لئے تیار بھی نہ ہو۔"
"مہاراج اس کا فیصلہ تو اس سے بات کرنے کے بعد ہی ہو گا۔"
"لیکن عنبر ایک بار وہ ہماری سرحدوں پر آ کر بیٹھ گیا تو وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ہی چھوڑے گا۔"
عنبر نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا وہ چاہتا تھا کہ راجہ کی زبان سے صلح کی بات چیت کی بات کہلوائے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ راجہ نے کہا۔
"اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ امن کے نام پر اپنے ملک کی سلامتی اور اُس کے عوام کی سلامتی کے نام پر یاجوج کے لشکر کے سالار اعظم گومیز سے تم صلح کی بات چیت کرو۔"

"اگر آپ کا حکم یہی ہے تو مجھے اس میں انکار کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ میں آج ہی یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔"

راجہ کے حکم کے مطابق عنبر اسی روز رات کو بڑی خاموشی کے ساتھ تبت شہر سے نکل گیا۔ اس کے روانہ ہونے کی خبر کسی کو نہ دی گئی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ وہ راستے ہی میں گومیز سے مل کر راجہ کی طرف سے صلح کی پیش کش کرے اور اسے تبت پر حملہ کرنے سے باز رکھے۔ عنبر کو گومیز ایسے وحشی سالار اعظم سے نرم دلی کی توقع نہیں تھی۔ لیکن یہ اس کا انسانی فرض تھا کہ وہ سلامتی اور امن کے لئے صلح کی طرف قدم اٹھائے۔

یاجوج کا لشکر

عنبر کو صحرائے گوبی میں سفر کرتے تیسرا روز جا رہا تھا۔ چوتھے روز صحرا کی ریت ختم ہونا شروع ہو گئی اور خشک گھاس کے ویران میدانوں کا سلسلہ چل نکلا۔ سردی آہستہ آہستہ بڑھ گئی۔ پانچویں روز اس نے ایک ایسے پہاڑ کو عبور کیا جس کی چوٹیوں پر سفید برف جمی ہوئی تھی۔ اب وہ کاکیشیا کی وادی میں داخل ہو چکا تھا چھٹے روز اس نے ایک پہاڑی گھاٹی عبور کی اور جب باہر وادی میں آیا تو دریا کے کنارے یاجوج کا عظیم الشان لشکر خیمہ ڈالے پڑا تھا۔ وہ ٹیلے پر کھڑا ہو کر لشکر کے لمبے چوڑے خیموں کے سلسلے کو دیکھنے لگا۔ جدھر نظر اٹھاؤ فوج ہی فوج تھی۔ خیمے ہی خیمے لگے تھے۔ لشکر نے کشتیوں کا پل بنا کر دریا پار کر لیا تھا۔ عنبر نے فرعون کی فوجوں کے بعد پہلی بار کسی بادشاہ کا اتنا بڑا لاؤ لشکر دیکھا تھا یاجوج کی فوج ہن قوم کی وحشی فوج سے بھی بڑی فوج تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ شاہی جاسوس کی

اطلاع بالکل درست تھی۔ اگر اس نے راجہ کی طرف سے صلح کی بات چیت نہ کی تو یہ فوج تو تبت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ سکتی ہے۔ اب اسے تعجب سے زیادہ یہ فکر تھی کہ کیا گومیز راجہ کی طرف سے صلح کی پیش کش کو قبول کرے گا؟ ضرور وہ اپنی طرف بڑی شدید قسم کی شرطیں لگائے گا۔ ظاہر ہے جو سپہ سالار اتنی دور سے اتنے لاؤ لشکر کے ساتھ۔ اتنا فاصلہ طے کر کے اور راستے کی مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہے وہ آسان شرطوں پہ ہرگز صلح نہیں کرے گا۔ وہ تو راجہ سے ضرور مطالبہ کرے گا کہ تبت کا سارا خزانہ اور ہیرے جواہرات اور سونا اس کے حوالے کر دیا جائے تو وہ حملہ نہیں کرے گا۔

سوال یہ تھا کہ کیا وہ اس پر بھی راضی ہو جائے گا؟ عنبر کو شبہ تھا کہ سپہ سالار اعظم تبت کے تخت پر قبضہ کرنے کا مطالبہ کرے گا۔ مگر اس کی طرف سے کوشش کرنا اس کا فرض تھا۔ چنانچہ عنبر نے گھوڑے کی باگ یاجوج کے خیمہ زن لشکر کی طرف موڑ دی۔ دوپہر کے قریب وہ لشکر کے خیموں کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت یاجوج فوج کے کچھ سپاہی دریا کنارے کی جھاڑیوں میں خرگوشوں

کا شکار کھیل رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو آتے دیکھا تو بغیر کچھ کہے سنے اس کی طرف تیروں کی بوچھاڑ کر دی عنبر کو سخت غصہ آیا کہ یہ اُلو کے پٹھے کس قسم کے سپاہی ہیں کہ خواہ مخواہ اس پر حملہ کر رہے ہیں اور اسے موقع دے رہے ہیں کہ وہ ان پر ظاہر کرے کہ موت اس کی قسمت میں نہیں لکھی اور ان کے تیر اثر نہیں کر رہے ہیں۔

یاجوج کے سپاہیوں کے تیر اس کے پاؤں کے قریب آکر زمین میں گڑ گئے۔ عنبر نے سوچا کہ سپاہیوں کا نشانہ خطا نہیں گیا۔ بلکہ انہوں نے یہ اسے خبردار کیا ہے کہ وہ جہاں ہے وہیں کا وہیں کھڑا رہے۔ عنبر وہیں رک گیا۔ سپاہی اس کے قریب آکر اس کے اردگرد گھوڑوں پر چکر لگانے لگے۔ ایک نے گرج کر پوچھا۔

"کون ہو تم"؟

"میں تبت کے راجہ کا ایلچی ہوں اور تمہارے سپہ سالار کے لئے پیغام لایا ہوں"۔

سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"کہاں ہے وہ پیغام؟ تم بکواس کرتے ہو۔ قتل کر دو اسے"۔

سپاہی تلواریں سونت کر اس کی طرف بڑھے۔ تو عنبر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ٹھہرو! اتنی جلد بازی نہ کرو کہ بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں راجہ کا پیام بر ہوں۔ اور تمہارے سپہ سالار گومیز کے لئے راجہ کا ایک ضروری پیغام لے کر آرہا ہوں۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔"

تم دشمن کے جاسوس ہو۔ ہم تمہیں گومیز کے پاس لے جانے سے پہلے ہی قتل کر دیں گے۔ اس کی گردن اڑا دو تلوار مار کر۔"

ایک سپاہی نے حکم سنتے ہی تلوار لہرا کر عنبر کی گردن پر ماری۔ عنبر نے اپنی تلوار نکال کر اس کا وار روک لیا۔ اب دونوں کی باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ دوسرے سپاہی بڑے مزے سے ان کا مقابلہ دیکھنے اور زور زور سے قہقہے لگانے لگے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ ان کے لئے ایک تفریح سے ایک کھیل ہے۔ وہ اپنے ساتھی کو بار بار کہہ رہے تھے۔

"قتل کر دو۔ اسے قتل کر دو!"

"تلوار سے گردن اڑا دو!"

"تلوار سے دونوں ٹانگیں کاٹ دو!"

"اس کی کھوپڑی پاش پاش کر دو!"

عنبر کو معلوم تھا کہ وہ اس کا بال تک بیکا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنی اتنی بڑی طاقت ان پر خوا مخواہ

ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سپہ سالار گومیز سے پرامن حالات میں صلح اور امن کی بات چیت کرے مگر ، کم بختوں نے خوامخواہ ضد میں آکر اس سے لڑائی چھیڑ دی تھی اور اسے مجبوراً تلوار کھینچ کر لڑنا پڑ گیا تھا۔

عنبر سپاہی سے تلوار بازی بھی کر رہا تھا اور دوسرے سپاہیوں کو کہتا بھی جا رہا تھا کہ اسے لڑنے سے باز رکھو۔ میری بات غور سے سنو میں لڑنے نہیں بلکہ صلح کی بات کرنے آیا ہوں۔ میں لڑائی نہیں چاہتا میں کسی کا خون بہانا نہیں چاہتا۔ میں امن اور پیار کا پیغام لے کر آ رہا ہوں۔ مجھ کو کسی کا خون بہانے پہ مجبور نہ کرو۔

سپاہی نے چیخ مار کر کہا۔

"کمینے بزدل تبتی! بکواس بند کرو اور مردوں کی طرح میرا مقابلہ کرو۔ یا مجھے ہلاک کرو اور یا خود ہلاک ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے بلند آواز میں کہا۔

"میں اپنے ہاتھ تمہارے خون سے نہیں رنگنے چاہتا میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا اپنی تلوار نیام میں ڈال لو اور مجھے اپنے سپہ سالار گومیز کے پاس لے چلو تاکہ میں جس کام کے لئے آیا ہوں وہ کر دوں۔ میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہتا۔"

سپاہی نے تلوار کا ایک بھرپور وار عنبر کے گھٹنے پر کرتے ہوئے کہا۔

"بزدل کمینے! مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

تلوار کا وار بڑا بھرپور تھا اور وہ عنبر کے گھٹنے پر پورے کا پورا پڑا تھا۔ مگر دشمن کی تلوار اچٹ کر دور جا گری۔ سپاہی ابھی حیران ہی ہو رہا تھا کہ دوسرے ساتھیوں نے نعرہ لگا کر اپنی تلوار اس کی طرف پھینک دی۔ سپاہی نے زمین پر سے تلوار اٹھائی اور پہلے سے بھی زیادہ وحشت اور جوش کے ساتھ عنبر پر بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگا۔ ابھی تک عنبر نے آگے بڑھ کر سپاہی پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا۔ وہ صرف اپنے وار بچا رہا تھا۔ مگر سپاہی آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ عنبر ایک بزدل شخص ہے اور لڑائی سے گھبرا کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ چنانچہ سپاہی نے عنبر کے منہ پر تھوک کر کہا۔

"بزدل نامرد! تم مجھ سے بھاگ نہ سکو گے۔ میں تمہاری قبر تک تمہارا پیچھا کروں گا۔"

عنبر کو بے حد طیش آ گیا۔ خون اس کی آنکھوں میں اتر آیا آخر وہ مصر کے شاہی فرعون کا بیٹا تھا اور مصر کا شہزادہ تھا پھر بھی اس نے بڑے تحمل اور بردباری سے کام لیا اور

تلوار چلاتے چلاتے سپاہی کا ہر وار روکتے روکتے دوسرے سپاہیوں سے کہا۔
"اپنے ساتھی کو روک لو۔ ورنہ تم سب کو پچھتانا پڑے گا۔"
"بکواس بند کرو اے تہمت کے جاسوس اور اپنی موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔"
"میں جاسوس نہیں ہوں میں راجہ کا پیغام بر ہوں۔ مجھ سے لڑائی مت کرو۔ مجھے اپنے سپہ سالار کے پاس لے چلو۔ میں ایک نہایت ضروری پیغام لے کر آ رہا ہوں۔"
"ہم تمہیں اسی جگہ قتل کر کے تمہاری قبر بنائیں گے اور پھر تمہاری قبر پر ہمارے گھوڑے دوڑا کریں گے اور ہم تجھے یاد کر کے کہا کریں گے کہ ایک بزدل اس جگہ قتل ہوا تھا۔"
عنبر نے بلند آواز سے کہا۔
"میں بزدل نہیں ہوں۔ میں شاہی خاندان کا بہادر شہزادہ ہوں۔ مجھ کو انتقام لینے پر آمادہ نہ کرو۔ میری صلح کی پیشکش قبول کرو۔ میں ایک صلح کا منصوبہ لے کر یہاں آیا ہوں۔ نہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرو اور نہ مجھ سے ہلاک ہو کر خون سے اس زمین کو لالہ زار کرو۔"
"خاموش ذلیل قوم کے کتے!"
عنبر یاجوج فوج کے سپاہی کی یہ گالی برداشت نہ

کر سکا. اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ سپاہی کو اس کی گالی اور بدزبانی کا مزہ ضرور چکھانا چاہیئے. اب اسے اپنی عزت بچانی تھی اور دشمن پر یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ نہ تو بزدل ہے اور نہ بے غیرت. چنانچہ اب وہ باقاعدہ سپاہی کے وار کا جواب دینے لگا. پہلے وہ صرف اس کے وار روک رہا تھا. اب اس نے بھی وار کرنے شروع کر دیئے اس کو وار کرتے اور تلوار چلاتے دیکھ کر سپاہی کچھ پریشان سا ہوا. کیونکہ اس کے تلوار چلانے کے انداز میں شہزادوں اور سپہ سالاروں کا سا وقار اور بہادروں کی تجربہ کاری اور پھرتی تھی. ایسے لگتا تھا جیسے اس نے کئی جنگوں میں بڑے بڑے سپہ سالاروں سے لڑائی کی ہو. پھر بھی یاجوجی سپاہی نے ہمت نہ ہاری اور آگے بڑھ کر ایک ایسا وار کیا کہ اگر عنبر نہ روکتا تو تلوار اس کے سینے سے پار ہو جاتی. عنبر نے جوابی طور پر اپنی تلوار پہلو بچا کر سپاہی کے دل پر رکھ کر اندر اتار دی. ایک بھیانک چیخ کے ساتھ سپاہی زمین پر گر کر خون میں نہا گیا اور تڑپنے لگا.

اسے تڑپتا دیکھ دوسرے سپاہی عنبر پر ٹوٹ پڑے وہ ہر طرف سے اس پر وار کرنے لگے. مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ بجائے اسے قتل کرنے کے خود ایک ایک کر کے

قتل ہونا شروع ہو گئے۔ جب زمین پر چھ سپاہیوں کی لاشیں
خاک و خون میں تڑپنے لگیں تو باقی سپاہی اپنی اپنی تلوار
وہیں پھینک کر خیموں کی طرف اٹھ دوڑے۔ عنبر وہیں
رک گیا۔ اس نے ان کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے
کہ وہ وہاں ان کے ساتھ لڑائی کرنے نہیں آیا تھا۔ لڑائی پہ
تو ان لوگوں کی ضد اور بے وقوفی نے اسے مجبور کر دیا
عنبر نے تلوار نیام میں رکھ کر ماتھے کا پسینہ پونچھا ہی
تھا کہ قریب کی جھاڑیوں سے کسی نے تالی بجا کر کہا۔
"شاباش نوجوان! شاباش! تم ایک بہادر سپاہی ہو"
عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ جھاڑیوں میں سے ایک چپٹی
ناک، عقابی آنکھوں اور زرد رنگ کا وحشی آدمی باہر
نکل کر اس کے پاس آگیا۔ اس نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ
مار کر کہا۔
"اگرچہ تم نے میرے چھ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا ہے
مگر میں تمہاری بہادری سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔ میں
نے ان کے ساتھ تمہاری ساری باتیں سُن لی ہیں
انہوں نے تمہیں لڑائی پر مجبور کیا تھا اور اب اس کا
مزہ چکھ لیا ہے۔ وہ بہادری کی موت مرے ہیں اور
تم نے بڑی بہادری سے انہیں ہلاک کیا ہے۔ یہ بتاؤ

تم کون ہو اور تبت کے راجہ سے کیا پیغام لائے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں"؟
زرد رنگ کے خونخوار آنکھوں اور چپٹی ناک والے آدمی نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"اے نوجوان! تم اس وقت یاجوج کے لشکر کے سپہ سالار اعظم گومیز کے سامنے کھڑے ہو۔ کہو یقین آیا کہ میں کون ہوں؟"
عنبر نے جھک کر گومیز کو سلام کیا اور کہا۔
"اے قابل عزت گومیز! یاجوج کے عظیم لشکر کے سپہ سالارِ اعظم! میں آپ کو سلام کرتا ہوں"!
"تم راجہ کی طرف سے کون سا پیغام لائے ہو"؟
"اگر اجازت ہو تو میں آپ کو آپ کے خیمے میں چل کر بیان کروں"!
"ہاں ضرور ضرور۔ آؤ میرے ساتھ۔ میرا خیمہ دریا کنارے ہی ہے۔ آؤ میرے ساتھ"!
اور سپہ سالار اعظم گومیز عنبر کو ساتھ لے کر اپنے خیمے میں آ گیا۔
گومیز کا خیمہ کافی کشادہ تھا۔ زمین پر قسم قسم کے

قالین اور شیروں کی کھالیں بچھی تھیں۔ دیواروں اور بانسوں کے ساتھ تلواریں، ڈھالیں اور نیزے لٹک رہے تھے۔ حبشی غلام چاروں طرف ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ گومیز نے خیمے میں داخل ہوتے ہی تالی بجائی۔ چاروں حبشی سر جھکا کر باہر چلے گئے گومیز نے عنبر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عنبر نرم نرم گدیلے دار تخت پر بیٹھ گیا۔ ایک غلام سرخ اناروں کا رس لے آیا۔ عنبر نے رس پیا اور تازہ دم ہو گیا۔ سپہ سالار اعظم نے کہا۔

"نوجوان! اب مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا پیغام لائے ہو"؟

عنبر نے بڑے ادب کے ساتھ عرض کی۔

"اے سپہ سالار اعظم! میں تبت کے راجہ کا خاص ایلچی ہوں اور اس کی طرف سے سفر کی مصیبتیں برداشت کرتا ہوا ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو پیغام عرض کر دوں۔

"ہاں اجازت ہے"!

"اے سپہ سالار اعظم! میرے ملک تبت کے راجہ نے درخواست کی ہے کہ وہ انسانوں کا خون بہانے سے

گریز کرتے ہوئے آپ کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کرنا چاہتا ہے۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ آپ کن شرطوں پر صلح کی بات چیت شروع کریں گے۔

سپہ سالار نے زور سے قہقہہ لگایا۔

"ہم سنت کے راجہ کو اس قدر بزدل نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ہمارے دبدبے سے ہی ڈر کر ہتھیار ڈال دے گا۔ کم از کم تم جو کہ اس بزدل راجہ کے ایلچی ہو اتنے بزدل نہیں ہو۔ تم نے تو چھ سپاہیوں کا اکیلے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارا ہے، پھر تمہارا راجہ اتنا بزدل کیوں ہے"؟

عنبر نے کہا۔

"سپہ سالار اعظم! میرا راجہ امن پسند ہے۔ وہ سلامتی اور محبت کا آدمی ہے، وہ لڑائی پسند نہیں کرتا۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی سلطنت میں لوگوں کا قتلِ عام ہو۔ عورتیں اور بچے خاک و خون میں تڑپیں اور ان کے مکانوں کو آگ لگا دی جائے اور وہ جنگ کی بھینٹ چڑھ جائیں ... کریں۔ اس لئے اس نے انتہائی خلوص ... اور نیک نیتی کے ساتھ صرف امن اور سلامتی کے نام پر آپ ... آگے صلح کا ہاتھ پھیلایا ہے۔ میری بھی یہی خواہش

ہے حضور کہ آپ جنگ اور جنگ کے قتل عام سے پرہیز
کریں اور راجہ کے ساتھ صلح کی بات چیت کا آغاز کریں
سپہ سالار گومیز نے شیطان کی طرح قہقہہ لگایا۔
"مجھے کبھی یقین نہیں آ سکتا کہ تم جس نے ابھی میری
آنکھوں کے سامنے چھ سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ایک پل
کے اندر اندر اتنے بزدل ہو جاؤ گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ
میں ایک بہادر اور خونخوار قوم کا سپاہی ہوں؟ کیا تمہیں
معلوم نہیں کہ میں اپنے سپاہیوں کو سفر کی مصیبتیں برداشت
کراتا یہاں تک لایا ہوں؟ آخر کس لئے؟ صرف اس لئے
کہ ہم ایک ملک کو فتح کرنے وہاں کا سونا چاندی، ہیرے
جواہرات اور خزانہ لوٹیں گے۔ میں انہیں خالی ہاتھ کیسے
واپس لے جا سکتا ہوں؟ اور پھر اپنی قوم کو جا کر کیا
دکھاؤں گا؟"
عنبر نے کہا
"آپ اس سلسلے میں اپنی شرطیں بتا سکتے ہیں۔ آپ
کو میرا راجہ سارا خزانہ سونا اور ہیرے جواہرات دے
دے گا۔ اس سے زیادہ اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"
گومیز نے عنبر کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا
"راجہ اپنا خزانہ دے کر مجھ پہ احسان نہیں کرے

خزانہ تو میں ویسے بھی جنگ کر کے اس سے حاصل کرلوں گا۔ میری شرط یہ ہے کہ جب میں اپنی فوج کے ساتھ اس کے ملک میں داخل ہوں تو راجہ اپنا تخت اپنا سارا خزانہ اپنے سارے شہزادے، ساری شہزادیاں، ساری رانیاں اور سارے مندر میرے حوالے کر دے۔ میں اس کے سامنے اس کے سارے شہزادوں کی گردنیں قلم کردوں گا۔ تاکہ اس کی نسل سے آئندہ کوئی راجہ بن کر تخت پر نہ بیٹھ سکے۔ جاکر اپنے راجہ سے کہہ دو کہ اگر اُسے میری یہ شرط منظور ہے تو میں اس کے ملک میں قتل عام نہیں کروں گا اور لوگوں کے گھروں کو لوٹ کر آگ نہیں لگاؤں گا۔"

عنبر گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے گومیز سے کہا کہ اسے سوچنے کا موقع دیا جائے۔

گومیز نے کہا کہ یہاں سوچنے سے کیا ہوگا؟ بہتر یہی ہے کہ تم واپس اپنے راجہ کے پاس جاکر سوچو اور مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر اسی جگہ دریا کے کنارے آکر اطلاع دو کہ راجہ نے کیا سوچا ہے؟ کیا اسے میری شرط منظور ہے یا نہیں؟

اگر تم ایک ہفتے کے اندر اندر یہاں نہ پہنچے تو میرا

لشکر تبت کی طرف کوچ کر دے گا۔

عنبر نے رات وہیں ٹھہر کر صبح وہاں سے تبت کی طرف روانہ ہونے کی اجازت لی اور ایک خیمے کے اندر آکر قالین پر لیٹ گیا

دیوارِ چین

عنبر اپنے خیمے میں لیٹا رات بھر سوچتا رہا۔
وہ بڑی بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ سپہ سالارِ اعظم ایک خونخوار وحشی انسان تھا۔ اور وہ تبت میں آکر بے گناہ انسانوں، عورتوں اور بچوں کا خون بہانا چاہتا تھا۔ جسے عنبر کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ راجہ نے اسے ہر قسم کی اجازت دے رکھی تھی کہ موقع پر وہ جیسے مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا اور بڑے سکون کے ساتھ سو گیا۔ اگلے روز اسے سپہ سالار نے بلایا اور پوچھا کہ وہ کب راجہ سے بات چیت کرنے واپس جا رہا ہے؟ عنبر نے کہا۔
"اے سپہ سالارِ اعظم! میں تبت نہیں جا رہا!"
گومیز نے پوچھا۔
"تو پھر فیصلہ کیسے ہوگا؟"
"فیصلہ میں نے کر لیا ہے۔"
"وہ کیا ہے؟"

"راجہ نے مجھے اختیار دے رکھا ہے کہ میں موقع مناسب دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہوں اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم آپ کی یہ شرطیں قبول نہیں کر سکتے۔ ہم آپ کو اپنے معصوم بچوں اور عورتوں کے قتل کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ ظلم ہم برداشت نہیں کر سکتے۔"

گومیز نے غصے میں کہا۔

"اے نوجوان! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم پوری طرح ہوش میں رہ کر مجھ سے بات کر رہے ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور کس سے بات کر رہے ہو؟"

عنبر نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"اے سپہ سالارِ اعظم! میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔ مجھے پوری طرح معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں کس سے بات کر رہا ہوں اور کیا بات کر رہا ہوں۔ میں تبت کے راجہ کی طرف سے آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں آپ کی شرط منظور نہیں ہے۔"

"تو پھر تمہیں میرے لشکرِ عظیم کا مقابلہ کرنا ہوگا جو تم نہیں کر سکو گے۔ میرا لشکر تمہارے شہر کو تباہ و برباد کر دے گا۔ تمہارے بچوں کو ذبح کر دے گا۔ تمہاری عورتوں

کے سروں کو نیزوں پر پرو دے گا اور تمہارے شاہی محلوں اور مکانوں کو آگ لگا دے گا۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

عنبر نے انتہائی تحمل سے کہا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکیں گے سپہ سالار اعظم!"

یہ ایک ایسی گستاخی کی بات تھی کہ جسے گومیز ایسا خونخوار سپاہی کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے دانت پیس کر عنبر کی طرف دیکھا اور اس کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ مار کر کہا۔

"تبت کے کتے! اگر پھر کوئی بات کی تو میں زبان کھینچ کر باہر نکال لوں گا۔"

عنبر نے پھر اسی سکون کے ساتھ کہا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکیں گے گومیز! جب آپ تبت پر حملہ کرنے کے لئے یہاں سے کوچ کریں گے تو آپ کے سامنے ایک ایسی لمبی چوڑی دیوار کھڑی ہو گی جس کو آپ کا لشکر اگر ساری زندگی کوشش کرتا رہے تو عبور نہ کر سکے گا۔"

سپہ سالار نے طیش میں آ کر نیام سے تلوار کھینچ لی اور چیخ کر کہا۔

"تمہارا آخری وقت آگیا ہے"

اور اس کے ساتھ ہی عنبر کے سینے میں پوری کی پوری تلوار اتار دی۔ اس کا خیال کیا بلکہ اسے یقین تھا کہ اس کے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹے گا اور وہ دھڑام سے زمین پر گر کر تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ سپہ سالار اعظم نے جب اپنی تلوار عنبر کے سینے سے باہر کھینچی تو وہ اسی طرح کھڑا بڑے سکون اور بغیر کسی تکلیف یا درد کے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ گومیز کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ عنبر کے سینے میں جہاں تلوار گھسی تھی وہاں زخم کا معمولی سا نشان بھی نہیں تھا اور خون کا ایک ننھا سا قطرہ بھی باہر نہیں گرا تھا۔

گومیز کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سوچا شاید وہ خواب دیکھ رہا ہے یا شاید اس کی تلوار عنبر کے سینے میں نہیں اتری تھی۔ اس نے غصے میں آ کر دوبارہ اپنی تلوار عنبر کے سینے میں گھونپ دی۔ اب کی دفعہ بھی وہی ہوا نہ خون نکلا اور نہ عنبر کے سینے پر کوئی زخم لگا تلوار باہر نکل آئی اور عنبر اپنی جگہ پر ویسے کا ویسا کھڑا رہا۔ اب تو گومیز کا سر چکرا گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملنا شروع کر دیں کہ وہ شاید کوئی خواب دیکھ

رہا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"اے گومیز! تم خواب نہیں دیکھ رہے اپنی آنکھیں مت ملو۔ تم ایک حقیقت کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو تمہاری تلوار نے دو بار میرے سینے کو چھلنی کیا ہے۔ مگر تم دیکھ سکتے ہو کہ دونوں بار زخم مل گیا ہے۔ نہ خون بہا ہے نہ زخم لگا ہے۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" گومیز نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیسے ہو گیا ہے؟ تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ تم ہی دیکھو کہ یہ ہو گیا ہے اور یہ اس لئے ہو گیا ہے کہ میں مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ دنیا میں کوئی شخص ابھی پیدا نہیں ہوا جو مجھے ہلاک کر سکے۔ اسی لئے میں تم سے ایک بار پھر کہوں گا کہ تبت پر حملے سے باز آ جاؤ۔"

گومیز نے زمین پر پاؤں مار کر کہا۔

"میں حملہ ضرور کروں گا۔ مجھے تبت پہ حملے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ میں تبت شہر کو برباد کر کے ہی دم لوں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"تو پھر تم ایسا نہ کر سکو گے۔ ذرا اپنے خیمے سے باہر نکل

کر دیکھو۔ تمہارے اور تبت کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی ہو گئی ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک چلی گئی ہے اور جو اتنی اونچی ہے کہ آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ تمہاری فوج اس دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر مر جائے گی۔ مگر اسے زندگی بھر عبور نہ کر سکے گی۔"

گومیز نے تڑپ کر کہا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ راتوں رات اتنی لمبی چوڑی دیوار تعمیر کر سکو!"

"باہر نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ ایسا ہو گیا ہے اور وہ دیوار تعمیر ہو چکی ہے!"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا!"

یہ کہہ کر گومیز خیمے سے باہر نکل گیا۔ عنبر بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ باہر اس سے پہلے ہی یا جوج کی فوج کے سپاہی ٹولیوں کی صورت میں کھڑے اُس دیوار کو حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے جو مشرق سے مغرب تک ایک سمندر کی بلند ترین لہر کی طرح چلی گئی تھی۔ گومیز نے اس دیوار کو دیکھا تو اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کے سامنے میدان میں ایک اونچی پتھریلی دیوار مشرق سے لے کر مغرب تک۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی پھیلتی

چلی گئی تھی۔ دیوار بے حد اونچی تھی اور اس کے کناروں پر برجیاں بنی تھیں جن کے اندر ایک ایک شیر کھڑا اس کی فوج کی طرف دیکھ کر گرج رہا تھا۔

گومیز نے پلٹ کر عنبر کو دیکھا۔

"یہ جادوگری ہے۔ یہ دھوکا ہے میں اس دیوار کو ڈھا دوں گا۔"

اور گومیز گھوڑے پر سوار ہو کر دیوار کی طرف اٹھ دوڑا۔ دوسرے سپاہی بھی اس کے پیچھے تلواریں لہراتے دوڑ پڑے۔ دیوار کے پاس جا کر انہوں نے دیوار پر دھڑا دھڑ تلواریں چلانی شروع کر دیں۔ پہلے ہی وار سے ان کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دیوار کے پتھر پہاڑوں کے پتھروں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ اس کے ساتھ ہی دیوار کے اوپر سے شیروں نے دھاڑنا شروع کر دیا اور گومیز کے سپاہیوں پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ سارے کے سارے سپاہی ہلاک ہو گئے۔ گومیز بڑی مشکل سے جان بچا کر واپس بھاگا۔

گومیز نے طیش کے عالم میں کہا۔

"میں اس دیوار سے انتقام لوں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"گومیز! خواب کی دنیا سے نکل کر حقیقت کو تسلیم کر۔ جس دیوار سے ٹکرانے کے تم خواب دیکھ رہے ہو اس کو تمہاری آنے والی نسلیں بھی پار نہ کر سکیں گی۔ آج سے تقدیر نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یاجوج قوم کے سپاہی کبھی اس دیوار کے پار نہ جا سکیں گے۔ وہ ساری رات اس دیوار کو چاٹتے رہیں گے اور صبح دیوار کے پتھروں کو اتنا ہی مضبوط اور سخت پائیں گے جتنا وہ رات کو تھے۔ میں واپس جا رہا ہوں"!

"کیا تم اسی دیوار کو پار کر کے جاؤ گے"؟

"ہاں! میں اسی دیوار کے اوپر سے ہو کر جاؤں گا۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو"

اتنا کہہ کر عنبر گھوڑے پر سوار ہوا اور دیوار کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارا لشکر اور خود گومیز ٹیلے پر کھڑا اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص اس دیوار کو کہاں سے اور کس طرح پار کرے گا۔ عنبر دیوار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ اس نے پلٹ کر گومیز کی طرف دیکھا اور ہاتھ ہلایا۔ اس کے بعد اس نے گھوڑے کو چابک ماری اور گھوڑے نے زمین پر سے اٹھ کر ہوا میں اڑنا شروع کر دیا یہ پہلا موقع تھا کہ عنبر نے اپنے گھوڑے کو ہوا میں اڑایا

تھا۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس نے راتوں رات دیو ہی
بلیطیس سے مل کر اس سے دیوار چین بنانے اور ہوا میں
اڑ کر دریا کو پار کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ یاجوج
کا لشکر اور گومیزا اسے پھٹی پھٹی آنکھوں اور کھلے منہ کے
ساتھ ہوا میں اڑتا دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ
عنبر کوئی بہت بڑا جادوگر ہے اور اس کے سامنے ان کی
کوئی پیش نہیں چل سکتی تھی۔ وہ اگر تبت پر حملہ بھی
کرتے تو انہیں زبردست شکست ہوتی۔

عنبر اڑتے اڑتے جب دیوار کے اوپر پہنچا تو بڑے
آرام کے ساتھ اس کی دوسری جانب اترنا شروع ہو
گیا۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی یاجوج کے
لشکریوں نے ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔ انہوں نے نعرے
لگانے شروع کر دیئے کہ تبت پر حملہ کرو۔ ہمیں خزانہ
دو۔ ہم سے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کرو۔ ہمیں
تبت کا سونا دو۔ ہمیں جواہرات دو۔ ہم واپس نہیں جائیں
گے۔ گومیز نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر سپاہی
بپھر گئے تھے۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے
تھے کہ وہ تبت پر حملہ نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ
تھا کہ انہوں نے بے فائدہ سفر کی مصیبتیں برداشت کیں

اور اب واپسی پر بھی برداشت کریں گے؟ سپاہیوں نے تلواریں سونت لیں۔ کچھ سپاہیوں نے سپہ سالار کی طرف داری کی۔ انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔

سارے کے سارے لشکر میں خانہ جنگی شروع ہو گئی وہ فوج جو دوسروں کو قتل کرنے کا مذموم ارادہ لے کر گھر سے نکلی تھی۔ اب آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے میدان جنگ میں سپاہیوں کی لاشیں تڑپنے لگیں۔ ہر طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ سپاہیوں نے توپوں کی مدد سے ایک دوسرے پر آگ برسانی شروع کر دی۔ آگ، خون بربادی، موت۔ چند لمحوں کے بعد اسی میدان میں سپہ سالار اعظم کی لاش بھی تڑپ رہی تھی۔

عنبر دیوار سے دوسری طرف آکر زمین پر اتر گیا۔

حقیقت یہ تھی جیسا کہ بعد میں دیوی بلیقیس نے اسے بتایا کہ نہ تو وہاں کوئی اتنی لمبی چوڑی دیوار کھڑی کی گئی تھی اور نہ عنبر گھوڑے پر اڑا تھا۔ یہ سب کچھ خیال کی طاقت کے ذریعے دشمن کی فوجوں اور اس کے سپہ سالار کو یقین دلا دیا گیا تھا کہ اس کے سامنے ایک دیوار کھڑی ہے اور عنبر نے یہ اس قدر اعتماد اور بھروسے کے ساتھ

.. تھا کہ دشمن کی آنکھوں کے سامنے سچ مچ کی ایک دیوار جیسے ہی خیال میں کھڑی ہو گئی تھی۔ حالانکہ یہ سب کچھ نظر کا دھوکہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر دیوار خیالی تھی تو عنبر کا گھوڑے پر اڑنا بھی خیالی تھا۔

عنبر بہر حال کامیاب ہو کر وہاں سے چلا تھا۔ اس نے راجہ کو صرف صلح کی ذلیل کر دینے والی شرطوں ہی سے نہیں بچایا تھا بلکہ ایک اعتبار سے دشمن کو شکست دے کر دنیں سے پیچھے مار بھگایا تھا۔ واپسی کا سفر بڑا کٹھن تھا اس لئے کہ موسم بے حد خراب ہو گیا تھا عنبر کو راستے میں کئی روز ایک جھونپڑے میں قیام کرنا پڑا۔ کیونکہ برف کا شدید طوفان چل رہا تھا۔ آخر وہ تبت پہنچ گیا۔

اس کے آنے کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ وہ سیدھا شاہی محل پہنچا۔ خدمت گذار نے راجہ کو آکر اطلاع دی کہ عنبر وزیر خاص تشریف لے آئے ہیں اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ ایک دم مسہری پر سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے کہا۔

"ہمارے وزیرِ خاص کو فوراً ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد عنبر راجہ کے پاس بیٹھا اسے اپنے سفر کی کہانی سنا رہا تھا۔ جب اس نے راجہ کو بتایا کہ اس نے

یاجوج کی فوج پر راجہ کے لشکر اور جنگی طاقت کی ایسی دہشت ڈالی کہ گومیز ڈر کر وہیں سے واپس ہو گیا ہے تو راجہ کو یقین نہ آیا۔ اس نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے عنبر؟ گومیز کا اتنا بڑا لشکر اتنی دور آ کر اتنی آسانی سے کیسے واپس جا سکتا ہے"؟

"لیکن وہ تو واپس چلا گیا ہے مہاراج"!

"یقین نہیں آتا"!

"آپ جاسوس بھیج کر صورت حال معلوم کر سکتے ہیں"!

اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو عنبر تو تم نے ایک اتنا بڑا کارنامہ اکیلے نے کیا ہے جو میری ساری فوج مل کر نہیں کر سکتی تھی"!

راجہ نے اسی وقت شاہی جاسوسوں کی ایک ٹولی برق۔ رفتار گھوڑوں پر سوار کرا کر یہ معلوم کرنے کے لئے روانہ کر دی کہ یاجوج کا لشکر کہاں ہے؟ یہ ٹولی چھ دن کے سفر کے بعد واپس تبت پہنچ گئی۔ اس نے راجہ کو آ کر بتایا کہ یاجوج کا لشکر دریا پار کر کے اپنے ملک کی طرف بہت آگے جا چکا ہے۔ راجہ نے عنبر کو سینے سے لگا لیا۔ عنبر نے اس کے عوام کو ایک بھیانک قتل عام سے بچا لیا تھا۔ ان کی عزت و آبرو کو بچا لیا تھا۔ ان کی جائیدادوں کو جل کر راکھ

ہونے سے بچا لیا تھا۔ راجہ نے ایک خاص جلسہ کیا جس میں عنبر کو ملک کا سب سے عقل مند اور بہادر انسان کا خطاب دیا گیا۔ عنبر کو ایسے خطاب کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر اسے دلی خوشی ہوئی تھی کہ وہ بے گناہ اور غریب لوگوں کے کام آیا ہے۔ اگر وہ یاجوج کی فوج کے راستے میں دیوار کھڑی نہ کرتا تو وہ وحشی لوگ وہاں آکر ایسی تباہی مچاتے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہ ملتی۔

اس دوران میں ناگ کینچلی عنبر کے کمرے میں مرتبان میں پڑا رہا۔ وہ ہر روز صبح کو ڈھکنا اٹھا کر اسے دیکھ لیتا اور تھوڑا سا دودھ اندر ڈال کر ڈھکنا بند کر دیتا۔ عنبر کو اتنا علم ہو چکا تھا کہ یہ سانپ بھی کئی سو سالہ پرانا ہے اور شاید بہت جلد یہ بھی آدمی کی شکل اختیار کرنے کے قابل ہو جائے۔

دو ایک بار اس نے سوچا کہ سانپ کو ہلاک کر دے۔ پھر اسے یہ خیال آیا کہ سانپ نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔ چنانچہ وہ سانپ کی طرف سے غافل ہو گیا۔

تبت کے دربار میں ملک یونان کا ایک سفیر آیا جس کی زبانی معلوم ہوا کہ یونان کے شہر مقدونیہ سے اٹھ کر ایک نوجوان جرنیل سکندر نکا ٹورس نے سارے

یونان اور مصر پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر عنبر کے لئے بڑی حیرت انگیز تھی۔ کیونکہ مصر اس زمانے میں ایک بہت بڑی طاقت تھی۔ اس کے بعد اگر دنیا میں اس وقت کوئی زبردست طاقت مصر کا مقابلہ کرتی تھی تو وہ ایران کی سلطنت تھی جہاں دارا بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ جو نوجوان یونانی سردار مصر کو فتح کر سکتا ہے وہ یقیناً ایران کی طرف بھی چڑھائی کرے گا۔ اس کا دل اب تبت سے بیزار ہو گیا اور سوچنے لگا کہ کسی طرح یونان پہنچ کر سکندر اعظم کے دربار میں جائے اور اس سے ملاقات کرے۔ مگر تبت سے یونان ایک بے حد طویل سفر تھا وہ خشکی کے راستے کئی مہینوں میں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ چین کی طرف نکل جائے اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے سمندر میں سفر اختیار کرے تو جلدی پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں چین کے بادبانی جہاز بڑے تیز رفتار تھے۔ اور خلیج ٹونکن سے لے کر بحیرہ روم تک سفر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روز وہ یونان کے سفیر سے ملاقات کرنے گھر سے نکل پڑا۔ اس کے جانے کے بعد ایسا ہوا کہ مہارانی کسی کام سے اس کے کمرے میں آئی۔ اس نے دیکھا کہ

عنبر وہاں نہیں ہے۔ اس کا کمرہ خالی تھا۔ وہ واپس جانے ہی والی تھی کہ اچانک اس کی نظر سفیدسنگِ مرمر کے اس مرتبان پر پڑی جس میں ناگ پھنی تھا۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ یہ مرتبان وہاں کہاں سے آگیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑے غور سے مرتبان کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ پھر اس نے مرتبان کا ڈھکنا اٹھا دیا کہ بھلا دیکھے تو اس کے اندر کیا ہے۔ ڈھکنے کا اٹھنا تھا کہ ایک زوردار پھنکار مار کر سانپ باہر نکل آیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے مہارانی کو ہاتھ پر ڈسا اور فرش پر رینگتا ہوا غائب ہو گیا۔

مہارانی کی موت

عنبر یونان کے سفیر کے ہاں پہنچ گیا۔
یونانی سفیر نے عنبر کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اور اس کو پھل اور سرخ قندھار کے انگوروں کا مربہ پیش کیا۔ عنبر نے یونانی جرنیل سکندر اعظم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بارے میں بات چیت کی تو یونانی سفیر نے اسے بتایا کہ اس وقت دنیا کے کسی ملک میں سکندر اعظم کے برابر کا بہادر اور کم عمر جرنیل نہیں ہے۔ وہ شاہ فلپ کا بیٹا ہے اور اس نے اپنی بہادری، کردار کی بلندی اور ارادے کی مضبوطی سے یونان میں ایک دیوتا کی شکل اختیار کر لی ہے۔
"ہم یونان کے لوگ اپنے جرنیل سکندر اعظم کو ایک دیوتا سمجھتے ہیں۔ اس نے یونان کی سلطنت کو بحیرہ روم سے لے کر بحیرہ عرب تک پھیلا دیا ہے۔ اس کے دبدبے سے دنیا کے بڑے سے بڑے بہادر سپہ سالار کانپتے ہیں وہ ایک دلیر اور عظمت والا سپاہی ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔

"کیا مصر پر بھی آپ کی فوج نے قبضہ کر لیا ہے"؟

یونانی سفیر بولا۔

"جی ہاں ہم نے سب سے پہلے مصر کو ہی فتح کیا تھا۔ مصر پر ایک ایسے کمزور اور عیش پسند فرعون کی حکومت تھی جس کے ہاتھوں وہاں کے عوام بے حد تنگ آئے ہوئے تھے"۔

"کیا یونانی فوج نے مصر کے پرانے مقبروں کو بھی ڈھا دیا ہے"؟

"نہیں! یونانی فوج ایسا نہیں کرتی۔ اسے سکندر اعظم کی طرف سے خاص طور پر حکم ملا ہے کہ جس شہر میں وہ داخل ہوں وہاں کسی عمارت کو نہ ڈھائیں"۔

عنبر نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں کوئی دو ہزار برس کے بعد اس دنیا میں ایک انصاف پسند اور نیک دل جرنیل کی آمد کے بارے میں سُن رہا ہوں"۔

یونانی سفیر نے حیرانی سے کہا۔

"کیا مطلب"؟

عنبر نے فوراً سنبھل کر کہا۔

میرا مطلب ہے کہ تاریخ میں سکندر اعظم ایسا سپاہی
ہزاروں برس کے بعد پیدا ہوا ہے"!
یونانی سفیر نے خوش ہو کر کہا۔
"جی ہاں! جی ہاں! اس میں کیا شک ہے کہ ہمارے
سکا ٹو رس سکندر اعظم کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔
در پھر سکندر کو علم و حکمت سے بھی بے حد شوق ہے۔
اس نے اپنے دربار میں یونان کے بہترین فلسفی اور عقلمند
استاد جمع کر رکھے ہیں۔ خود اس نے اپنی تعلیم ارسطو ایسے
باکمال فلسفی سے حاصل کی ہے"!
"کیا ارسطو کوئی بہت لائق استاد ہے"؟
"کیوں نہیں ارسطو کا مقابلہ اس وقت دنیا میں کوئی
بھی فلسفی نہیں کر سکتا۔ وہ سکندر کا استاد ہے اور اس
کے ساتھ ہی دربار میں رہتا ہے"۔
"شکریہ جناب آپ کا" عنبر نے یونانی سفیر سے کہا۔
"آپ نے اپنے ملک اور اپنے بہادر بادشاہ سکندر اعظم
کے بارے میں مجھے بڑی مفید معلومات دیں"!
عنبر نے یونانی سفیر کو جھک کر ادب سے سلام کیا اور
گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے اپنے محل کی طرف
روانہ ہو گیا۔

اب ادھر ذرا مہارانی کا حال بھی سنیئے۔ ناگ نے مہارانی کو ڈسا تو وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑی۔ دہشت سے اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ ویسے سانپ کا زہر بھی بڑا مہلک تھا۔ زہر نے اسی وقت اپنا کام شروع کر دیا۔ کمرے میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ مہارانی کا گلا اس قدر خشک ہو گیا کہ اس سے آواز تک نہ نکل رہی تھی۔ اس پہ کمزوری اور زہر کے اثر کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ اتفاق سے عنبر کا ملازم اندر داخل ہوا۔ اس نے مہارانی کو فرش پر بے ہوش پڑے دیکھا تو شور مچا دیا۔

سارے محل میں افراتفری مچ گئی۔

راجہ خود وہاں پہنچ گیا۔ جلدی سے مہارانی کو اٹھا کر خاص کمرے میں مسہری پہ لٹا دیا گیا۔ زہر برابر اثر کر رہا تھا۔ مہارانی کا رنگ نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ راجہ نے اسی وقت عنبر کی تلاش میں سپاہی دوڑا دیئے۔ عنبر یونانی سفیر کے گھر سے اپنے گھر تک ابھی آدھے راستے میں تھا کہ سپاہیوں نے آکر بڑی گھبراہٹ میں بتایا کہ مہارانی کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

"کون سے سانپ نے"؟

حضور! آپ کے مرتبان میں جو تھا"

عنبر سر سے لے کر پاؤں تک کانپ گیا۔

اسے معلوم تھا کہ اس ناگ پھنی کے کاٹے کا کوئی پانی نہیں مانگتا۔ یعنی زہر اتنی جلدی اثر کرتا ہے کہ مرنے والے کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ کسی سے پانی ہی مانگ سکے۔ کیونکہ ایسے سانپ کا زہر گرم خشک ہوتا ہے اور اس کا سب سے پہلا اثر گلے کی رگوں پر ہوتا ہے۔ جو انہیں خشک کر دیتا ہے اور آدمی کی آواز بند ہو جاتی ہے۔ عنبر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے اسے دوڑاتا ہوا شاہی محل میں پہنچ گیا۔ مہارانی مسہری پر بے ہوش پڑی تھی۔ عنبر نے کسی سے کوئی بات نہ کی جھک کر مہارانی کی نبض دیکھی اور فوراً اپنے کمرے سے دواؤں کا بکس منگوایا۔ راجہ سر کو تھامے اداس بیٹھا تھا۔ اس نے عنبر سے صرف اتنا کہا۔

"میرے دوست! تم نے ہر مشکل وقت میں میری مدد کی ہے۔ اب بھی میری مدد کرو اور میری مہارانی کو بچالو اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں کبھی زندہ نہ بچ سکوں گا"

عنبر نے مختلف بوٹیوں کو ملا کر ان کا عرق کٹورے میں ڈال کر مہارانی کے حلق میں ٹپکایا۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ مہارانی کا حلق سوکھ گیا تھا اور اس کی رگیں لکڑی کی مانند سخت پڑ چکی تھیں۔ عنبر نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور ناگ کا مہرہ نکال کر اس مقام پر رکھ دیا جہاں سانپ نے مہارانی

کوڑ سا تھا۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ مہرے نے رانی کے جسم میں سے زہر کو چوسا۔ مگر بہت کم۔ زہر اس کی رگوں میں دماغ تک پہنچ چکا تھا اور جب زہر ایک بار خون کے ذریعے مختلف رگوں میں سے ہوتا ہوا دماغ کی رگوں میں پہنچ جائے تو پھر انسان کا بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود عنبر نے ناامید ہونے کی بجائے دوبارہ عزم و ہمت سے مہارانی کی جان بچانے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ بار بار اس کے حلق میں دوائی ٹپکاتا۔

اس نے مہارانی کی کلائی کی رگ کاٹ کر خون جاری کرنے کی بھی کوشش کی۔ مگر زہر نے اس کے خون کو جما دیا تھا۔ خون رگوں میں جم کر سیاہ ہو گیا تھا۔ عنبر نے آخری بار ایک کوشش کرتے ہوئے مہارانی کے سینے پر دباؤ ڈال کر اس کے سانس کو تیز کرنے کی کوشش کی کہ شاید تازہ ہوا کے دماغ میں جانے سے زہر کا اثر کسی حد تک کم ہو جائے۔ لیکن تقدیر کا لکھا کام کر چکا تھا۔ ہونی ہو کر رہی تھی: مہارانی کا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا۔ راجہ بے بسی کے عالم میں کبھی اپنی رانی کو دیکھتا اور کبھی عنبر کو۔ اس نے کہا۔

"عنبر! میں اپنی ساری سلطنت قربان کرنے کو تیار ہوں۔ کسی طرح میری رانی کی جان بچا لو۔ اسے اگر کچھ ہو گیا تو پھر

میں بھی زندہ نہ رہوں گا۔"

عنبر نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا

"مہاراج! میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ رانی کی زندگی بچ جائے۔ میں نے اپنی ساری دوائیں آزما لی ہیں۔ آپ رب عظیم سے دعا کریں۔ کیونکہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے"

راجہ سجدے میں گر گیا۔ عنبر پوری ذمہ داری اور محنت کے ساتھ مہارانی کے سانس کو درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر رانی کا سانس مدھم سے مدھم ہونا شروع ہو گیا وہ بار بار اکھڑنے لگا اور اس کے بعد مہارانی نے آخری ہچکی لی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئی راجہ چیخ مار کر مہارانی کے قدموں پر گر پڑا۔

چالیس روز تک سارے ملک میں مہارانی کا سوگ منایا گیا۔ غریبوں میں خیرات تقسیم کی گئی۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا گیا راجہ نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ کسی سے نہ ملتا تھا۔ کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ بس سارا سارا دن اندر بیٹھا عبادت کرتا رہتا اور مہارانی کی روح کے لئے دعا کرتا رہتا۔ عنبر کو مہارانی کی موت کا بڑا دکھ تھا۔ مہارانی ایک نیک دل عورت تھی۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اس ظلم کا

بدلہ سانپ سے ضرور لے گا۔ اس نے سانپ کو محل کے اردگرد باغ میں بڑا تلاش کیا۔ مگر وہ اسے کہیں بھی نہ ملا وہ سانپ کی تلاش میں جنگل میں اس جگہ بھی گیا جہاں ناگن ملکہ جایا کرتی تھی۔ اس نے وہ کھوہ بھی دیکھی جہاں وہ ظالم سانپ رہا کرتا تھا۔ مگر اب وہ وہاں بالکل موجود نہیں تھا۔ البتہ اسے بکری نظر آگئی۔ وہ کھوہ کے پاس ایک جگہ کھڑی گھاس چر رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ اگر بکری یہاں موجود ہے تو سانپ بھی ضرور یہیں کہیں چھپا ہوا ہوگا۔ کیونکہ وہ سانپ اس بکری کا دودھ پیتا تھا۔ عنبر جانتا تھا کہ اس قسم کا سانپ جو سینکڑوں سالوں سے زندہ ہو اور جسے انسان کی جون بدلنے میں تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہو وہ سفر نہیں کیا کرتا بلکہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر وقت کا انتظار کیا کرتا ہے۔

عنبر نے اس جگہ سانپ کی تلاش شروع کر دی۔ وہ بکری کی نگرانی کرنے لگا۔ بکری گھاس چرنے کے بعد کھوہ میں چلی گئی اور پھر باہر نہ آئی۔ عنبر وہاں رات گئے تک بیٹھا رہا۔ مگر بکری باہر نہ آئی۔ اسے سانپ بھی کہیں دکھائی نہ دیا۔ وہ واپس آگیا۔ دوسرے روز وہ پھر گیا مگر اسے ناکامی ہوئی وہ مسلسل ایک ہفتہ وہاں جاتا رہا۔ ایک روز وہ درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھا کھوہ کی طرف نظریں جمائے دیکھ رہا تھا کہ اچانک

اس نے اسی ظالم سانپ کو دیکھا جس نے رانی کو مار ڈالا تھا۔ سانپ بکری کی ٹانگوں سے چمٹا ہوا اس کا دودھ پی رہا تھا۔ عنبر نے بے حد افسوس کیا کہ اس روز وہ اپنا تیر کمان ساتھ لانا بھول گیا تھا۔

اب وہ کیا کرے؟ کیا پتھر مارے؟ مگر پتھر کا وار اوچھا بھی پڑ سکتا تھا اور اگر ایک بار پتھر ذرا پرے جا گرا اور سانپ کو عنبر کی موجودگی کا احساس ہو گیا تو وہ وہاں سے ایسا بھاگے گا کہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ ادھر سانپ بکری کی ٹانگوں سے لپٹا ہوا برابر اس کا دودھ پی رہا تھا۔ زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ سانپ کسی وقت بھی دودھ پی کر وہاں سے جا سکتا تھا۔ آخر عنبر نے سانپ کو آگے بڑھ کر پکڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اس پر تو سانپ کے زہر کا اثر ہوتا ہی نہیں تھا۔ عنبر درخت کے پیچھے سے نکل کر زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے سانپ کی طرف بڑھنے لگا۔ سانپ عنبر کی موجودگی سے بے خبر بڑے مزے سے غٹا غٹ دودھ پی رہا تھا۔ ہو سکتا ہے اگر وہ دودھ پینے میں مشغول نہ ہوتا تو اسے عنبر کی موجودگی کا احساس ہو جاتا۔ لیکن وہ تو دودھ پینے میں بڑے مزے سے لگا ہوا تھا۔ اور اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس کی موت رینگتی ہوئی اس

کے قریب آ رہی ہے۔ عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سانپ کو فوری طور پہ ہلاک کر دے گا۔ کیونکہ اس نے رانی کو ہلاک کیا تھا۔ وہ ایک قاتل سانپ تھا اور اب اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔

اب سانپ اور عنبر کا درمیانی فاصلہ بہت کم رہ گیا۔ عنبر سانپ کے سبز اور سفید سر کی کھال کو صاف دیکھ رہا تھا بکری کا جسم اسے کانپتا نظر آ رہا تھا۔ سانپ کی دُم آہستہ آہستہ دائیں بائیں دودھ پینے سے جھوم رہی تھی۔ وہ مست ہو کر دودھ پی رہا تھا۔ اچانک سانپ کی چھٹی حس بیدار ہو گئی اسے احساس ہوا کہ کوئی انسان اس کے نزدیک پہنچ چکا ہے۔ ادھر عنبر نے بھی محسوس کر لیا کہ سانپ خبردار ہو گیا ہے اس نے ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ سانپ ایک جھٹکے کے ساتھ بکری سے الگ ہوا اور بجلی ایسی تیزی کے ساتھ اچھل اچھل کر کھوہ کے اندر گھس کر غائب ہو گیا۔ بکری بھی وہاں سے بھاگ گئی۔

عنبر یہ سب کچھ دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس سے ذرا سی چوک ہو گئی تھی۔ اگر وہ ایک سیکنڈ پہلے سانپ کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا تو وہ اسے پکڑ سکتا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ سوائے

صبر کرنے اور انتظار کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ عنبر کافی دیر وہاں جھاڑی کے پاس بیٹھا انتظار کرتا رہا کہ شاید سانپ کسی وقت باہر آ جائے۔ مگر سانپ اتنا بے وقوف نہیں تھا اور پھر اس کے دماغ میں باقاعدہ انسانی عقل آنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ بول نہیں سکتا تھا۔ مگر انسانوں کی طرح سوچ ضرور سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ باہر کھوہ کے پاس اس کا دشمن کھڑا انتظار کر رہا ہے کہ وہ باہر جائے اور اسے پکڑ کر ہلاک کر دیا جائے۔

اندھیرا ہوتے ہی عنبر واپس محل میں آ گیا۔

عنبر ہر روز دن میں دو ایک بار کھوہ کے پاس آ کر سانپ کی تلاش ضرور کرتا۔ مگر سانپ اسے دوبارا دکھائی نہ دیا۔ چار مہینے گذر گئے۔ اب سانپ کو انسانی شکل بدلنے میں صرف دو ماہ باقی رہ گئے تھے۔ عنبر کو بھی وقت کا پورا پورا احساس تھا۔ اب تبت میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک روز راجہ سے کہا کہ وہ ملک یونان جانا چاہتا ہے۔ راجہ نے کہا۔

"کیا آپ ہمارے ملک کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں"؟

"ایسی بات نہیں راجہ! میں ایک سیلانی انسان ہوں۔ کبھی کسی ملک میں زیادہ دیر کے لئے نہیں رہا۔ تبت میں

رہتے ہوئے مجھے کئی سال ہو گئے ہیں۔ اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہاں سے کوچ کر کے ملک یونان کی سیر کروں اور یونانی جرنیل سکندر اعظم سے ملاقات کروں"۔

راجہ نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ سکندر اعظم ساری دنیا کو فتح کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے؟ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم نے تبت میں یونانی سفیر سے ملاقات کی تھی"؟

"ہاں مہاراج! مگر یونانی سفیر کی باتوں سے مجھے سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ سکندر نے مصر فتح کر لیا ہے اور اب ایران کے بادشاہ دارا کے خلاف چڑھائی کی تیاریاں کر رہا ہے"۔

"تو پھر وہ ایران کے بعد موہنجو داڑو اور پھر تبت پر بھی ضرور حملہ کرے گا۔ میرے جاسوسوں نے تو یہ اطلاع دی ہے کہ وہ دنیا کے سارے ملک فتح کر کے ساری دنیا کا بادشاہ بننا چاہتا ہے"۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر سکندر بڑا دلچسپ آدمی ہوگا۔ کیونکہ دنیا کا بادشاہ بننے کا خواب آج تک کسی جرنیل نے نہیں اور اگر دیکھا بھی ہے تو پھر وہ زندہ نہیں بچ سکا"۔

"مگر وہ تو ابھی چھبیس برس کا نوجوان لڑکا ہے"۔

"سنا میں نے بھی یہی ہے مہاراج!"

راجہ نے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"عنبر! اگر تمہیں واقعی یونان جانا ہے تو پھر میری درخواست ہے کہ تم میرا ایک کام ضرور کرو گے۔"

"میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں مہاراج! آپ حکم کریں!"

"ہمارا سفیر گندھرو وہاں موجود ہے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ سکندر اعظم نے خفیہ طور پر تبت پہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو برائے مہربانی ہمارے سفیر کو ضرور اطلاع کر دینا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم سکندر اعظم کے دربار میں بڑے اعلیٰ مقام پر ہو گے۔ کم از کم ایسے مقام پر ضرور ہو گے جہاں سے تمہیں خفیہ اطلاع بھی مل سکتی ہو گی۔

"اے راجہ! اگر میں نے سکندر اعظم کی دوستی حاصل کر لی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے سفیر کو خطرے سے پہلے آگاہ کر دوں گا۔"

دو روز بعد عنبر نے تبت کو خیر باد کہا اور ملک چین کی طرف روانہ ہو گیا۔

تبت سے چلتے وقت وہ اس کھوہ کے پاس بھی گیا جہاں ناگ کینی رہتا تھا۔ مگر وہاں کوئی سانپ نہیں تھا۔ عنبر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ تبت سے ملک چین کی سرحد تک

دو روز کے سفر پر تھی۔ دوسرے روز صبح کے وقت عنبر میدان میں سفر کر رہا تھا کہ وہ تھک گیا۔ ساری رات سفر کرتا رہا تھا۔ وہ ایک جگہ اتر کر آرام کرنے لگا۔ اس نے گھوڑے کو بھی گھاس وغیرہ چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا ابھی اسے لیٹے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے کسی سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ ناگ پھنی اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ اس نے اٹھ کر دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر ناگ اپنا پھن اٹھائے اس کی طرف تک رہا تھا۔ عنبر کو علم تھا کہ یہ سانپ انسان کی آواز کو سن کر سمجھ لیتا ہے مگر زبان سے بول نہیں سکتا۔ عنبر نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا مہارانی کو ہلاک کرنے کے بعد بھی تمہارا انتقام کا جذبہ ٹھنڈا نہیں ہوا؟ کیا تم اپنی ناگن کی موت کا بدلہ ساری دنیا کو ہلاک کر کے لینا چاہتے ہو"؟

ناگ پھنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسی طرح اپنا پھن پھیلائے عنبر کی طرف جھوم جھوم کر دیکھتا رہا۔ عنبر نے ایک بار پھر کہا۔

"تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اس لئے کہ میں مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ اگر تم نے میرے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تو خود ہلاک ہو جاؤ گے۔ تم نے رانی کو مار

کہ اچھا کام نہیں کیا جس طرح تم نے رانی کو مار کر اپنی ناگن کا بدلہ لیا ہے۔ اسی طرح میں تم سے رانی کی موت کا بدلہ ضرور لوں گا۔ تم میرے انتقام سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے
عنبر نے دیکھا کہ سانپ نے اپنا پھن جھکا دیا۔ جیسے عنبر کو جھک کر اس سے معافی مانگ رہا ہو۔ پھر سانپ زمین پر لیٹ گیا اور رینگتا ہوا عنبر کے پاؤں کے پاس آ کر اس نے اپنا سر عنبر کے آگے زمین کے ساتھ لگا دیا اور بالکل ساکت ہو گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ عنبر سے اپنے ظلم کی معافی مانگ رہا تھا۔ عنبر نے اسے کچھ نہ کہا۔ اس لئے کہ اس بات کا اسے بعد میں احساس ہوا تھا کہ سانپ دو سو برس کی زندگی کے بعد اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ وہ اسے سوائے پگھلے ہوئے لوہے یا تانبے کی آگ میں ڈالنے کے اور کسی طرح ہلاک نہیں کر سکتا۔ پھر بھی اس نے کہا۔
"ابھی میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ میری نگاہوں سے دور ہو جاؤ۔"

سکندرِ اعظم کی تلاش میں

سانپ چپکے سے جھاڑیوں میں رینگتا ہوا غائب ہوگیا۔
عنبر گھوڑے پر سوار ہوا اور ملک چین کی طرف روانہ ہوگیا۔ شام تک وہ پہاڑی علاقے میں پہنچ گیا۔ یہاں دور دور تک پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ وادی میں اکثر زمین پتھریلی تھی۔ کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ اور ڈھلانوں پر کھیت نظر آرہے تھے وہ چین کی سرحد میں داخل ہوچکا تھا۔ رات کے سائے گہرے ہونے لگے تو اسے دور ایک بستی میں روشنی دکھائی دی۔ رات بسر کرنے کے لئے عنبر نے اس بستی کا رخ کیا۔ یہ بستی ایک چینی بستی تھی۔ جہاں کسان رہتے تھے۔ عنبر نے سرائے کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہاں کوئی سرائے نہیں ہے۔ یہاں سردی خوب خوب پڑ رہی تھی۔ ایک بوڑھے چینی نے پوچھا۔
"بیٹا! تم کہاں سے آرہے ہو اور تمہیں کہاں جانا ہے؟"
عنبر نے کہا۔
"بابا! میں تبت سے آرہا ہوں اور مجھے سمندری ۔ سے

سے یونان جانا ہے۔ کیا اس بستی میں مجھے رات بسر کرنے کو کوئی جگہ مل جائے گی"؟

"بیٹا! یہاں کوئی سرائے نہیں ہے۔ لیکن تم میرے جھونپڑے میں رات بسر کر سکتے ہو۔ ہم اگرچہ غریب ہیں، مگر اپنے ملک میں آئے ہوئے مہمانوں کی بڑی عزت کرتے ہیں آؤ میرے ساتھ۔ میرا جھونپڑا یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے"!

عنبر اس بوڑھے چینی کے ساتھ اس کے جھونپڑے میں آگیا زمین پر پوستین بچھی تھی اور کونے میں چربی کا دیا جل رہا تھا بوڑھے چینی نے عنبر کو قہوہ پلایا اور اسے سمندر کے سفر کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے بتایا کہ وہ چین کے سرحدی گاؤں میں ہے۔ وہاں سے چھ روز کی مسافت پر وہ جنوب کی طرف چلے تو ایک بندرگاہ پر پہنچ جائے گا۔ اس بندرگاہ سے مہینے میں دو بار بادبانی جہاز دوسرے ملکوں کی طرف گرم مسالے، چربی کا تیل اور سلک لے کر جاتے ہیں ان جہازوں میں کہیں نہ کہیں ضرور جگہ مل جائے گی۔ عنبر نے بوڑھے کا پورا نقشہ ذہن میں اچھی طرح بٹھا لیا۔ رات اس نے بوڑھے چینی کے گرم جھونپڑے کے اندر بڑے سکون کے ساتھ بسر کی صبح اٹھ کر وہ بوڑھے سے رخصت

ہوا اور اس چینی بندرگاہ کی طرف چل پڑا۔ جہاں سے اسے یونان جانے والا بادبانی جہاز مل سکتا تھا۔ وہ راستے میں آرام کرتا مسلسل سفر کرتا رہا۔ اس دوران میں اسے سانپ کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ اس نے پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور واپس اپنی کھوہ میں چلا گیا ہوگا۔ لیکن یہ اس کا خیال تھا۔ سانپ ناگ پھنی برابر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ مگر اس کے سامنے نہیں آرہا تھا۔ ناگ پھنی نے اپنی ناگن کا بدلہ رانی کو مار کر لے لیا تھا اور اب وہ عنبر کا دوست بننا چاہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ دو ماہ بعد جب وہ انسان کی شکل اختیار کر لے تو عنبر کے ساتھ دوست بن کر زندگی بسر کرے۔

آخر ساتویں روز عنبر کو دور سمندر میں بادبانی جہازوں کے مستول اور پھڑپھڑاتے بادبان دکھائی دینے لگے۔ وہ بے حد خوش ہوا کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ اگرچہ یہ ایک ایسی منزل تھی جہاں سے اس کی زندگی کا ایک اور سفر شروع ہو رہا تھا۔ اب تو عنبر کی ساری زندگی ایک سفر بن کر رہ گئی تھی۔ ایک منزل آتی تھی۔ دم بھر کے لئے وہ اس منزل پر قیام کرتا تھا اور پھر کسی دوسری منزل کے لئے سفر شروع کر دیتا تھا۔ کسی وقت وہ اس مسلسل سفر کی زندگی

سے تنگ آکر دیوتاؤں سے دعائیں مانگتا کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی چھین لی جائے اور وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح بوڑھا ہو اور پھر مرجائے۔ مگر اس کی یہ دعا کبھی قبول نہیں ہوئی تھی۔ ہمیشہ کی زندگی شاید اس کا مقدر بن کر رہ گئی تھی۔

بندرگاہ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ کئی جہاز سمندر میں کھڑے ہیں کچھ جہازوں کے بادبان لپٹے ہوئے ہیں۔ کچھ کے بادبان کھل رہے ہیں۔ کچھ سفر شروع کر رہے ہیں کچھ پر سامان لادا جا رہا ہے اور کچھ پر سے سامان اتارا جا رہا ہے۔ بندرگاہ پر بڑی رونق تھی۔ بڑی چہل پہل تھی۔ وہ چین کے ملک کی تجارت کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اتنی تجارت تو اس نے اس سے پہلے کسی ملک میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ایک آدمی سے ملا جو جہاز پر سامان رکھوا رہا تھا۔ عنبر نے اس سے دو تین بار بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف تھا کہ اس نے عنبر کی بات نہ سنی۔ عنبر چپکے سے ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب وہ شخص کام سے فارغ ہوا تو عنبر نے اس سے پوچھا کہ وہ جہاز کہاں جا رہا ہے؟۔ اس آدمی نے عنبر کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور پھر پوچھا۔

"تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جانا چاہتے ہو؟"
عنبر نے کہا۔

"میں ایک جڑی بوٹیوں کا سوداگر ہوں۔ تبت سے آیا ہوں اور ملک یونان جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"مگر یہ جہاز تو یونان نہیں جا رہا۔"

"یہ کہاں جا رہا ہے؟"

"مصر۔"

مصر کا نام سنتے ہی عنبر کے دل میں پرانی یادوں کے پھول کھل گئے۔ مصر۔ جہاں وہ پیدا ہوا۔ جہاں دریائے نیل کے کنارے اپنے دوست کے ساتھ کھیل کود کر بڑا ہوا۔ پھر مصر کے شاہی محل میں سازشوں کا شکار ہوا۔ اسے بے اختیار اپنی ماں یاد آگئی جس کا مقبرہ مصر میں ایک پرانے اہرام کے اندر تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مگر اس نے آنسوؤں کو اندر ہی جذب کر لیا۔ اس نے کہا۔

"میں مصر ہی چلا جاؤں گا۔ وہاں سے کسی جہاز میں سوار ہو کر ملک یونان جانا آسان ہو گا۔ یہ جہاز کب روانہ ہو گا؟"

"پرسوں رات کو چل پڑے گا۔ ہاں اگر ہوا موافق رہی تو۔ ورنہ موافق ہوا کے انتظار میں اسی جگہ کھڑا رہے گا۔"

عنبر نے سواریوں کے بارے میں پوچھا تو اس آدمی نے کہا۔

"اب اس جہاز پر کسی سواری کی کوئی گنجائش نہیں ہے ہاں اگر تم جہاز کے کپتان فی چی سے مل لو تو ہو سکتا ہے وہ تمہارے لئے کچھ کر سکے"۔

"کپتان سے کہاں ملاقات ہو سکے گی"؟

"اس وقت وہ بندرگاہ کے ایک قہوہ خانے میں بیٹھا قہوہ پی رہا ہے"۔

عنبر وہاں سے سیدھا بندرگاہ کے قریبی قہوہ خانے میں آگیا۔ یہاں اسے جہاز کے کپتان کو تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کپتان سب سے خوبصورت میز پر زرق برق لباس پہنے اکیلا بیٹھا بکروں کے کباب کے ساتھ قہوہ پی رہا تھا۔ عنبر نے سلام کر کے اپنے آنے کی وجہ بیان کی تو کپتان نے سفید رومال سے ہونٹ پونچھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ضرور مصر جانا چاہتے ہو"؟

"جی ہاں! اگر آپ مجھے جہاز میں اپنے ساتھ لے جائیں تو میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ مصر میں میری ماں کا مقبرہ ہے۔ میں اپنی ماں کی قبر پہ دعا مانگنا چاہتا ہوں"۔

چینی کپتان نے اپنی باریک آنکھوں سے عنبر کو گھور کر دیکھا اور پوچھا۔

"کیا تم کوئی کام کر سکتے ہو"؟
عنبر نے کہا۔
"جی ہاں! میں بیماروں کا علاج کر سکتا ہوں۔ میں حکیم بھی ہوں"۔
"پھر ٹھیک ہے۔ پرسوں شام کو جہاز پہ آجانا۔ اب تم جا سکتے ہو"۔
عنبر نے سلام کیا اور شکریہ ادا کر کے وہاں سے واپس گیا۔ وہ رات اور اس سے اگلا دن اس نے بندرگاہ کے باہر ایک چھوٹے سے ٹوٹے پھوٹے پتھروں کے مکان میں بسر کیا۔ اس نے اپنا گھوڑا ایک منگول سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اسی روز رات کو جہاز جانے والا تھا۔ شام کو عنبر جہاز پہ آگیا۔ جہازیوں نے اسے روکا تو عرشے پر کھڑے کپتان نے مسکرا کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اسے اوپر آنے دو۔ عنبر جہاز پر سوار ہو گیا۔ اس روز صبح ہی سے بڑی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ شام کے بعد ہوا میں تیزی آگئی۔ بادبانی جہاز کے لئے یہ بڑی اچھی اور موافق ہوا تھی۔ کپتان نے رات کا انتظار کئے بغیر ہی حکم دے دیا کہ جہاز کے بادبان کھول دیئے جائیں اور سفر شروع کیا جائے۔ جہازیوں نے مستول پر چڑھ کر اسی

وقت بادبان کھول دیئے۔ بادبانوں میں ہوا بھر گئی اور جہاز نے مغرب کی طرف بندرگاہ سے دور ہٹنا شروع کر دیا۔ رات بڑی تاریک تھی۔ آسمان پر چاند کہیں بھی نہیں تھا۔ لیکن ستارے بے شمار نکلے ہوئے تھے۔ ان کا عکس سمندر میں پڑ رہا تھا۔

جہاز نے سمندر میں اپنے لمبے سمندری سفر کا آغاز کر دیا عنبر کو جہاز کی نچلی منزل کے ایک کونے میں جگہ مل گئی تھی۔ جہاں اس نے اپنا بستر بچھا دیا تھا۔ اِدھر اُدھر اور مسافروں نے بھی بستر لگا رکھے تھے۔ جہاز کی نچلی منزل بڑی مرطوب تھی۔ یہاں دن کو بھی تھوڑا تھوڑا اندھیرا چھایا رہتا۔ جہاز کو سمندر میں سفر کرتے ہوئے چوتھا روز تھا کہ دوپہر کے وقت اچانک سارے جہاز میں سانپ سانپ کا شور مچ گیا۔ لوگ ڈر کر ادھر ادھر بھاگنے لگے جہاز والے لاٹھیاں لے کر سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ اچانک انہیں ایک جگہ لکڑی کے ڈرموں کے پاس سانپ نظر آ گیا۔ مارو مارو کا شور اٹھا اور جہازی لاٹھیاں برسانے لگے۔ مگر سانپ ڈرموں کے پیچھے غائب ہو گیا تھا۔ ڈرم اتنے زیادہ تھے کہ انہیں وہاں سے ہٹانا بڑا مشکل تھا۔ پھر بھی جہازیوں نے سانپ کو کافی

دیر تک تلاش کیا۔

آخر تھک ہار کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اگر اب سانپ نظر آیا تو فوراً بتایا جائے۔ اسے وہیں کچل دیا جائے گا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ سانپ کہاں سے آ گیا؟ پھر اسے خیال آیا کہ یہ سانپ کہیں ناگ پھنی ہی نہ ہو؟ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے بستر کے نیچے کچھ کھڑ بڑ ہوئی اس نے بستر کی چادر ہٹائی تو نیچے وہی سانپ یعنی ناگ پھنی بیٹھا تھا۔ وہ اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔

"دوست! مجھے صرف تمہاری دوستی یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ وگرنہ میں کبھی اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہ ڈالتا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ میری حفاظت کرو اور مجھے یہاں اپنے پاس چھپائے رکھو۔"

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی مسافر آ رہا تھا۔ عنبر نے جلدی سے چادر سیدھی کر دی۔ مسافر اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ جہاں وہ بیٹھا تھا اس کے بالکل قریب چادر کے نیچے سانپ لیٹا ہوا تھا۔ مگر سانپ نے بڑی عقل مندی کی کہ اسے کاٹا نہیں۔ وگرنہ وہاں لینے کے دینے پڑ جاتے۔ عنبر

چاہتا تھا کہ وہ آدمی جلدی سے وہاں سے اٹھ جائے مگر وہ باتیں ہی کئے جا رہا تھا۔ عنبر نے تنگ آکر کہا۔

"بھائی معاف کرنا مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"اچھا۔ تو آپ جلدی سو جاتے ہیں؟"

"جی ہاں! میں جلدی سو جانے کا عادی ہوں۔"

"اچھا تو میں جاتا ہوں۔ صبح پھر آؤں گا!"

وہ آدمی گیا تو عنبر نے شکر ادا کیا۔ اس کے جاتے ہی عنبر نے چادر ذرا کھسکا کر دیکھا نیچے سانپ اسی طرح لیٹا ہوا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"تم نے بڑی غلطی کی جو اس جہاز میں سوار ہو گئے اگر ان لوگوں کو تمہاری کھوج مل گئی تو یہ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بہرحال اب اگر تم آگئے ہو تو یہاں چھپے رہو۔ یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا!"

سانپ نے اپنا منہ اٹھا کر جیسے کہا۔

"شکریہ دوست!"

بادبانی جہاز سمندر میں سفر کرتا رہا راستے میں کئی طوفان آئے اور گزر گئے۔ بادبان پھٹے ان کی دوبارہ مرمت کر لی گئی۔ اس دوران میں وہ آدمی ہر روز عنبر کے پاس

آکر ادھر ادھر کی باتیں کر کے عنبر کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ عنبر کے پاس تبت کے راجہ کا دیا ہوا ایک بہت ہی قیمتی ہیرا تھا جو اس نے اپنے بستر کے اندر چھپا رکھا تھا۔ نہ جانے اس شخص کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ عنبر کے بستر میں قیمتی ہیرا موجود ہے۔ اب وہ ڈاکو عنبر کے قیمتی ہیرے کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اس کی یہ کوشش تھی کہ کسی طرح عنبر کو سمندر میں دھکا دے کہ گرا دے اور پھر اس کے بستر میں سے قیمتی ہیرا نکال کر اس کا مالک بن بیٹھے۔ لوگ یہی سمجھیں گے کہ عنبر اتفاقیہ سمندر میں گر گیا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ اس ڈاکو نے عنبر کے بستر میں سے قیمتی ہیرا نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ عنبر کو بھی اس ڈاکو کی نیت پہ کچھ شک ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی طرف سے بہت مطمئن تھا۔ اس خیال سے کہ وہ ڈاکو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسے یہ خبر ہی نہ تھی کہ اس نے عنبر کو سمندر میں دھکا دے کر گرانے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔

ایک روز جب کہ رات کو سمندر پہ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور بڑا خوبصورت نظارہ تھا۔ وہ آدمی

عنبر کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"بھائی اتنی گرمی میں تم یہاں نچلی منزل میں بیٹھے ہو۔ ذرا باہر نکلو۔ اوپر جہاز کے عرشے پر چلو۔ دیکھو کس قدر ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے کیسی چاندنی چھٹکی ہوئی ہے!"

عنبر نے سوچا کہ اگر وہ اس آدمی کے ساتھ اوپر نہ گیا تو وہ یہیں اس کے پاس بیٹھ جائے گا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ اوپر چل کر تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد اسے ٹرخا دیا جائے تاکہ پیچھا چھوٹے۔ چنانچہ عنبر اس کے ساتھ اوپر جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ واقعی اوپر بڑی ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ جہاز بڑی پرسکون رفتار کے ساتھ جا رہا تھا۔ آسمان پر پورا چاند نکلا ہوا تھا۔ اس کی پیلی چاندنی سمندر پہ ایک چمکیلی چادر کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر اور وہ ڈاکو عرشے کے جنگلے پہ آ کر کھڑے ہو گئے ڈاکو اب اس فکر میں تھا کہ کسی طرح باتوں میں لگا کر عنبر کو دھکا دے کر سمندر میں گرا دے اور پھر خود ہی شور مچا دے کہ اس کا دوست سمندر میں گر گیا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ جہاز پر سے بیچ سمندر میں گرے ہوئے مسافر کو کبھی بچایا نہیں جا سکتا۔ اس زمانے میں ایسی کوئی شئے ایجاد نہیں ہوئی تھی جو سمندر میں پھینک کر مسافر کو

ڈوبنے سے بچا سکے۔ شاید اپنی دو ہزار برس کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ عنبر کو بالکل محسوس نہیں ہوا کہ اس کا دشمن اس کے پاس کھڑا اسے سمندر میں دھکا دینے کا موقع تلاش کر رہا ہے۔ وہ اس کے پاس کھڑا اس کی بے معنی باتوں پر صرف ہوں ہاں ہی کہہ رہا تھا۔ ڈاکو سوچ رہا تھا کہ وہ ذرا سا پیچھے ہو کر عنبر کو بڑی آسانی سے سمندر میں دھکیل سکتا ہے۔ عنبر دونوں کہنیاں جنگلے کی لکڑی پر رکھے جھکا کھڑا تھا۔

ڈاکو مسافر پیچھے ہو کر دھکا دینے ہی والا تھا کہ عنبر نے پہلو بدل لیا اور اس کا وار خالی گیا۔ اسے بڑا افسوس ہوا۔ یہ ایک سنہری موقع تھا جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ وہاں دو چار مسافر ہی کھڑے تھے ——— اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اسے سمندر میں گرا دے تو شاید کسی کو علم بھی نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر میں عرشے پر سے مسافر نیچے چلے گئے۔ اب وہ دونوں وہاں تنہا رہ گئے۔ ڈاکو بڑا خوش ہوا کہ اب وہ بڑی آسانی اور آزادی سے اپنے منصوبے پر عمل کر سکتا ہے۔ آخر اسے موقع مل ہی گیا۔ عنبر سمندر میں کچھ دیکھنے کے لئے آگے جھکا تو ڈاکو نے دونوں ہاتھ اسے دھکا دینے کے لئے اس

کے پیچھے بڑھائے۔ ابھی ہاتھوں نے عنبر کو چھوا نہیں تھا کہ ڈاکو کے پاس ہی سانپ کی خوفناک پھنکار سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے پلٹ کر دیکھا تو ڈاکو کو اس حالت میں پایا کہ وہ اسے دھکا دینے والا تھا۔ عنبر تڑپ کر پرے ہٹ گیا اور سانپ نے اچھل کر ڈاکو کو گردن پر ڈس لیا اور غائب ہوگیا۔

ڈاکو کے منہ سے مارے دہشت کے ایک چیخ نکلی اور وہ اس طرح لڑکھڑایا کہ عنبر کے دیکھتے دیکھتے جنگلے پر سے پھسل کر سمندر میں گر پڑا۔ سانپ کے زہر نے اس کے حلق کو بند کر دیا تھا۔ وہ دوسری بار آواز بھی نہ نکال سکا ۔اس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر سمندر کی طوفان خیز موجوں نے اسے نگل لیا۔

عنبر حیرانی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہ گیا۔ ایک پل کے اندر اندر یہ سب کچھ ہوگیا۔ اس پر یہ بھید کھلا کہ ڈاکو اسے سمندر میں دھکیلنے والا ہے۔ سانپ نے اچھل کر ڈاکو کو کاٹ کھایا اور پھر وہ لڑھک کر سمندر میں گر پڑا۔ سانپ بھی غائب ہوگیا۔ اب اس نے شور مچایا کہ ایک مسافر سمندر میں گر پڑا ہے۔ جہازی وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے سمندر کی طرف دیکھا۔ سمندر کی لہریں بڑے سکون سے

بہہ رہی تھیں۔ چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ جہاز خاموشی سے
اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ جہازیوں نے ہنس کر عنبر کو
دیکھا اور واپس چلے گئے جیسے کہہ رہے ہوں۔ پاگل تو نہیں
ہو گئے؟ وہ بھی سچے تھے۔ اس لئے کہ آدمی جب سمندر میں
گرتا ہے تو ایک دم نہیں ڈوب جاتا۔ وہ شور مچاتا ہے۔
ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ مگر اس مسافر نے تو ایک بار بھی
سمندر سے سر باہر نہیں نکالا تھا۔ نہ شور مچایا تھا۔ نہ ہاتھ
پاؤں مارے تھے۔ اب ان لوگوں کو کیا خبر تھی کہ سانپ کے
زہر نے ڈاکو کے جسم میں داخل ہو کر اسے اس قابل ہی
نہیں چھوڑا تھا کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا سکے یا آواز دے سکے۔
ڈاکو بُری نیت سے آیا تھا۔ وہ سمندر میں غرق ہو گیا۔

جہاز اپنی منزل کی طرف سفر کرتا رہا۔ کئی بار سورج
نکلا اور غروب ہو گیا۔ کئی راتیں آئیں اور گذر گئیں۔ کئی
طوفان آئے اور جہاز کو جھنجوڑ کر آگے نکل گئے۔ جہاز سمندر
میں چلتا رہا۔ آخر ایک روز صبح کو سورج نکلا تو اس کی
روشنی میں مسافروں کو دور ایک سیاہ لکیر سی دکھائی دی
ہر طرف شور مچ گیا۔ زمین آگئی۔ زمین آگئی۔ مسافروں کے
چہرے جو کہ لمبے سفر کی وجہ سے مرجھا گئے تھے خوشی سے
چمک اٹھے۔ دوپہر کے وقت جہاز ایک طویل مدت کا سفر

کے بعد بندرگاہ پر آن لگا۔ معلوم ہوا کہ یہ بحیرہ فارس کی ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ جہاں سے قافلے ملک شام ایران اور مصر کو جاتے ہیں۔ عنبر کو ہواؤں میں اپنے وطن کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے بستر باندھا۔ سانپ کو ایک کوزے میں بند کر کے اوپر کپڑا لپیٹا اور بادبانی جہاز سے اتر کر نیچے آ گیا۔ اتنی مدت کے بعد زمین پر پاؤں رکھ کر اسے بے حد خوشی محسوس ہوئی۔ جہاز کے ہچکولوں کی وجہ سے اس کا سر ابھی تک چکر کھا رہا تھا۔

یہ بندرگاہ بھی اس زمانے کی چھوٹی بندرگاہوں کی طرح تھی۔ ایک مدت کے بعد عنبر نے ریت اور کھجور کے درختوں کے جھنڈ دیکھے تھے۔ یہاں سردی نہیں گرمی پڑ رہی تھی۔ عنبر ایک سرائے میں آ کر ٹھہر گیا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک قافلہ اگلے روز ایران کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ عنبر قافلہ کے سردار سے ملا اور اس نے اپنا مختصر سا سامان اس کے حوالے کر کے چاندی کے کچھ سکے بھی ادا کر دیئے۔ یہاں اسے خبر ملی کہ ایران پر شہنشاہ دارا کی حکومت ہے جو شام سے لے کر بحیرہ فارس تک پھیلی ہوئی ہے اور لوگ اس کی حکومت میں خوش حالی اور امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگلے روز

وہ قافلے کے ساتھ ایران کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس سارے علاقے پر بادشاہ دارا کی حکومت تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ راستے میں جہاں کہیں کسی منزل پر قافلہ پڑاؤ کرتا وہاں کنواں، سرائے اور عبادت گاہ ضرور ہوتی۔ بادشاہ کی طرف سے مقرر کیے گئے گورنر کے سپاہی وہاں پہرہ دیتے۔ سراؤں میں کسی کا مال چوری نہ ہوتا۔ راستے میں کسی ایک جگہ بھی ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹنے کی کوشش نہ کی۔ کئی راتوں کئی دنوں کے سفر کے بعد عنبر قافلے کے ساتھ ملک ایران کے دارالسلطنت ماژندران پہنچ گیا۔ یہ ایک بڑا اور شاندار شہر تھا۔ بازاروں میں گہما گہمی تھی۔ دکانیں ریشمی کپڑوں، عنبر و کستوری اور کھانے پینے کی چیزوں سے بھری پڑی تھیں۔ لوگوں کے چہروں پر خوش حالی اور سکون کا اثر صاف ظاہر تھا۔ عنبر قافلے سے نکل کر کارواں سرائے کی تلاش میں چل پڑا۔ ایک بازار کا موڑ گھومتے ہوئے ایک لنگڑے آدمی نے کہا۔

"سرائے میں چلنا ہے تو میرے ساتھ چلیں۔"

یہ لنگڑا آدمی کون تھا اور عنبر
کو کس پُر اسرار سرائے میں لے گیا؟
عنبر نے شہنشاہ دارا سے کن حالات
میں ملاقات کی؟
عنبر کا دوست سانپ کب انسان کی
شکل میں ظاہر ہوا؟
سکندر اعظم سے عنبر کی ملاقات کیونکر
ہوئی؟ ــــ یہ تمام واقعات آپ کو
اس ناول کی اگلی یعنی دسویں قسط
"نیں سانپ ہوں" میں ملیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
بچوں کے اس قسط وار ناول کا ہیرو عنبر پانچ ہزار سال
سے زندہ ہے۔ قبرستان میں ایک جادوگر نے اسے کہا تھا
"عنبر! تم کبھی نہیں مرو گے"۔ عنبر بادبانی جہاز پر سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتا
سب سے پہلے مُردہ کُردوں کے جزیرے میں پہنچتا ہے۔ یہاں ایک لڑکا
ناگ اس سے آن ملتا ہے۔ وہ اصل میں ایک سانپ ہے مگر لڑکے
کے بھیس میں ہے۔ وہ جب چاہے سانپ بن جاتا ہے اور جب
چاہے لڑکا بن جاتا ہے ——
ماریا ایک ایسی لڑکی ہے جو اہرامِ مصر کے ایک تہہ خانے
کی قبر سے اُنہیں ملتی ہے۔ وہ جادو کے اثر سے غائب ہے۔ وہ
سب کو دیکھتی ہے مگر اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا ——
تینوں بہن بھائی اپنے حیرت انگیز، پُراسرار اور خوف ناک
سفر پر نکلتے ہیں —— بادشاہ مر جاتے ہیں —— مگر وہ
زندہ رہتے ہیں ——
یہ قسط وار ناول انسان کی ہزاروں سالہ تاریخ کے ہر
دروازے سے گزر کر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔
—— پچاس قسطوں میں ——
ایک مکمل اور سنسنی پیدا کرنے والی داستان
ہر ناول ایک مکمل دلچسپ اور پُراسرار کہانی —— پُورا ناول
شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز
ادبی مارکیٹ ◉ چوک انارکلی ◉ لاہور